جلد 18 شمارہ 3 ماہ مارچ 2016ء جمادی الاول / جمادی الثانی 1437ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد

خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ

بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سر پرست اعلیٰ: جناب **محمد یعقوب توحیدی**

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

0344-9000042

مدیر: **احمد رضا خان**

0321-6400942

معاون مدیر: **خالد محمود بخاری**

0300-7374750

نائب مدیر: **حافظ محمد یٰسین**

0301-6484671

مجلس ادارت

خالد مسعود، ایم طالب

پیر خان، عتیق احمد عباسی

حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی

پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی

ماجد محمود توحیدی

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ

مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ

Ph: 055-3411035 / 055-3411030

ای میل: info@tauheediyah.com

Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے

سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

سالانہ کنونشن

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا روح پرور سالانہ کنونشن مورخہ 15، 16 اپریل 2016ء بروز جمعہ، ہفتہ کو منعقد ہوگا ۔

اللہ کے قرب اور اس کی رضا کے حصول کی خاطر، تزکیہ نفس اور اصلاح قلب کی ان مجالس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔

بمقام: **مرکز تعمیر ملت**

وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ)

جی ٹی روڈ **گوجرانوالا**

رابطہ نمبر 0303-0466321

درس حدیث: اخلاص کی حقیقت　(مولانا فضل الرحیم)

﴿عَنْ اَبی هریره رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُول اللّٰه ﷺ اِنَّ اللّٰه لا ینظر الی صورکم و اموالکم و لکن ینظر الی قلوبکم﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ : ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، لیکن وہ تو تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔''

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا سلوک صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار ہم سے راضی ہو، ہم پر رحمت فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی روح یہی اخلاص نیت ہے۔ اگر اچھے اعمال و اخلاق، اخلاص سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضائے الٰہی نہ ہو بلکہ نام و نمود، ریاء اور دکھلاوا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک اور باعث ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں اور ثواب بھی نہیں ملتا۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کا ثواب، جو اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کا اصل صلہ اور نتیجہ ہے وہ صرف اعمال و اخلاق پر نہیں ملتا، بلکہ یہ تب ملتا ہے جب ان اعمال و اخلاق میں، اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اُخروی ثواب کا ارادہ بھی کیا گیا ہو۔ اپنے معاملات میں خود ہمارا بھی یہی اصول ہے۔ فرض کیجئے کوئی شخص آپ کی بڑی خدمت کرتا ہے، آپ کو ہر طرح آرام پہنچانے اور خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن پھر کسی ذریعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے کہ اسے آپ کے ساتھ کوئی خلوص نہیں بلکہ اس نے یہ سب کچھ اپنی ذاتی غرض

کیلئے کیا ہے یا آپ کے کسی دوست یا رشتہ دار سے اپنا کوئی کام نکلوانا چاہتا ہے تو پھر آپ کے دل میں اس شخص کی اور اس کے برتاؤ کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ بس یہی معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے، فرق اتنا ہے کہ ہم دوسروں کے دلوں کا حال نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ سب کے دلوں اور ان کی نیتوں کا حال جانتا ہے۔ پس اس کے جن بندوں کا یہ حال ہے کہ وہ اس کی خوشنودی اور رحمت کی طلب میں اچھے کام کرتے ہیں وہ ان کے اعمال کو قبول کر کے ان سے راضی ہوتا ہے اور ان پر رحمتیں نازل کرتا ہے اور دارالجزا یعنی آخرت میں اس کا بدلہ دے گا۔

اخلاص کی ضد ریاء اور دکھلاوا ہے، اس کے بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

''جس نے دکھلاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کیلئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس نے صدقہ و خیرات دکھاوے کیلئے کیا اس نے شرک کیا۔''

شرک اکبر تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات یا اس کے افعال یا اس کے خاص حقوق میں کسی دوسرے کو شریک کیا جائے یا اللہ کے علاوہ کسی اور کی بھی عبادت کی جائے، اسے شرک حقیقی، شرک جلی اور شرک اکبر کہتے ہیں۔ ایسے شرک کرنے والوں کی ہرگز بخشش نہیں ہوگی لیکن بعض اعمال و اخلاق ایسے بھی ہیں جو شرک حقیقی میں شامل نہیں، لیکن ان میں شرک کا تھوڑا بہت شائبہ ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی شخص عبادت یا کوئی اور نیک کام لوگوں کو دکھانے کیلئے کرے تا کہ لوگ اسے عبادت گزار نیکوکار سمجھیں اسی کو ریاء کہا جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرۂ مبارک سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بھی خطرناک ہے۔؟ ہم نے عرض کیا

بتایئے! آپ ﷺ نے فرمایا وہ شرک خفی ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبا کر دے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔''

مسند احمد میں محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ ''شرک اصغر'' کا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ریاء۔'' بسا اوقات بعض دیندار بھی دین کے نام پر دنیا کما کر ریاء کاروں میں شامل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے وہ لوگ اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کیلئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے ان کی زبانیں شکر سے میٹھی ہوں گی مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے سے دل ہونگے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلہ میں جرأت کر رہے ہیں پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کرونگا جو ان کے عقل مندوں اور داناؤں کو بھی حیران کر دے گا۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک طویل روایت ہے جس میں ریاء کار عالم، ریاء کار مجاہد اور ریاء کار سخی کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کے اعمال کو ضائع قرار دے کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس روایت کا بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ کبھی کبھی بے ہوش ہو جاتے تھے اور صحابہ کرامؓ کے ذہن میں ریاء کا اتنا خوف تھا کہ ان میں سے بعض کو شبہ ہونے لگا کہ لوگ ان کے نیک اعمال کی تعریف کرنے لگے تو کہیں یہ ریاء میں داخل نہ ہو جائے۔

روحانی طاقت

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

دنیا میں طاقت سب سے بڑی نعمت اور کمزوری سب سے بڑی لعنت ہے ۔ طاقت دو قسم کی ہوتی ہے مادی اور روحانی ۔ مادی طاقت مشتمل ہے جسمانی ،علمی ،عقلی اور دولت کی طاقتوں پر ۔اس وقت دنیا میں جو چہل پہل اور ترقی نظر آتی ہے وہ سب انہی چار طاقتوں کی مشترکہ مساعی کی وجہ سے ہے ۔مادی طاقت کے کرشمے آنکھوں سے نظر آتے ہیں اس لئے اس کو سب جانتے ہیں ۔لیکن روحانی طاقت کا اظہار کرامات وخوارق کی شکل میں ہوتا ہے ۔اس لئے بہت سے لوگ اس کو نہیں مانتے ۔

افسوس یہ ہے کہ جب ہم اولیاء اور صوفیاء کی کرامات کا ذکر کرتے ہیں تو یہ لوگ ناک بھوں چڑھاتے اور مذاق اڑاتے ہیں ۔لیکن جب ہم مسمریزم اور ہپناٹزم کا حوالہ دیتے ہیں تو اس کو مان لیتے ہیں ۔جب مسمریزم اور ہپناٹزم سے بیماریوں کے علاج کا ذکر آتا ہے یا یورپ و امریکہ کی روحانی مجلسوں میں روحوں کو بلانے اور ان سے کام لینے کے قصے بیان کئے جاتے ہیں تو تسلیم کر لیتے ہیں ۔لیکن جب حاضرات اور عملیات یا دم وغیرہ کے ذریعے امراض کے علاج کا حال کہا جاتا ہے تو ہنسی اڑاتے ہیں ۔یہ سب ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے ۔

معمولی روحانی کرشمے تو ہمارے فقیر اور عامل دن رات دکھاتے رہتے ہیں لیکن کامل بزرگوں کی کرامات کچھ اور چیز ہے ۔روحانی طاقت سے کیا کچھ نہیں ہوسکتا ۔اس کے ذریعہ سے مہلک بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے جیسے کہ ہپناٹزم سے ہوتا ہے ۔ہمارے کاملین اپنی قوت خیال کا اثر ڈال کر لوگوں کو ایسے نظارے دکھا سکتے ہیں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا (یہ چیز سیمیا کہلاتی ہے)۔

ہزاروں میل کے فاصلہ پر روحانی پیغام بھیج کر اپنے کسی معتقد سے اس پر عمل کرا سکتے ہیں (یہ ٹیلی پیتھی کہلاتی ہے)۔موجود چیزوں کو ناظرین کی نظر سے غائب کر دیتے ہیں حالانکہ وہ وہیں ہوتی ہے۔خود بھی اسی طرح غائب ہو جاتے ہیں ۔اپنے گھر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل کے فاصلہ پر دوستوں سے جسمانی ملاقات کر لیتے ہیں۔چشم زدن میں ایک مقام سے ہزاروں میل دور معہ جسم کے پہنچ جاتے ہیں ۔آگ پر چل سکتے ہیں ۔ہوا میں اڑ سکتے ہیں ۔پانی پر دوڑ سکتے ہیں ۔مادے کے پار گزر جاتے ہیں ۔برسوں زمین میں دفن رہنے کے بعد زندہ نکل آتے ہیں۔مٹی کو ہاتھ لگا کر سونا بنا دیتے ہیں۔مردے کو زندہ کر سکتے ہیں ۔دوزخ اور جنت میں پہنچ کر وہاں کی سیر کر آتے ہیں بلکہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں۔

الغرض! روحانی طاقت سے کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ جو لوگ واقعی کامل ہوتے ہیں ان میں اگر چہ یہ سب کچھ کرنے کی طاقت موجود ہوتی ہے ۔لیکن وہ ان سب باتوں کو تضیع اوقات اور حرکات طفلانہ سمجھ کر کچھ بھی نہیں کرتے ۔ہاں اگر اللہ کا حکم ہو تو پھر سب کچھ کر گزرتے ہیں ۔آپ کو پوچھنا چاہیے کہ کامل صوفیوں کے علاوہ اور لوگ جو خوارق دکھاتے ہیں تو کیا وہ اللہ کے حکم کے بغیر خود اپنی مرضی اور اختیار سے ہی ایسا کرتے ہیں ۔جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کی روحانی طاقت بہت معمولی قسم کی ہوتی ہے جو چند قسم کی مقررہ پریکٹسوں سے حاصل ہو جاتی ہے اس کو حاصل کر لینے کے بعد وہ مختار ہیں کہ جب چاہیں دکھائیں ۔ان لوگوں کا مقصد ذاتی نفع و نام نمود اور شہرت ہوتی ہے ۔وہ جو کچھ کرتے ہیں بطور پیشے اور فن کے اپنے ذاتی فائدے کے لئے کرتے ہیں ۔محض خدا کے لئے نہیں کرتے ۔صوفیائے عظام بھی اپنی مرضی سے جب چاہیں کرامت دکھا سکتے ہیں ۔لیکن ان کو مشیت الٰہی کا پتہ ہوتا ہے اور جہاں مشیت ایزدی ان کی خواہش کے خلاف ہوتی ہے وہاں یا تو وہ کرامت دکھانے کا ارادہ ہی ترک کر

دیتے ہیں یا اللہ سے اذن طلب کرتے ہیں ۔اللہ چاہتا ہے تو ان کی خاطر اپنی مشیت کو بدل دیتا ہے اور وہ کرامت دکھا دیتے ہیں ورنہ نہیں دکھاتے ۔ابتدائے سلوک ہی صوفیائے کرام کا مقصود اللہ تک رسائی ہوتا ہے کرامتوں کی قوت پیدا کرنا نہیں ہوتا ۔یہ ساری طاقتیں تو ان کو سلوک طے کرتے ہوئے خودبخو دل جاتی ہیں اس لئے ان کے دل میں ان کی کوئی قدر بھی نہیں ہوتی ۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب وہ طاقتیں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں تو اگر وہ ان کے کرشمے دیکھنے دکھانے ہی میں لگ جائیں تو اللہ تک نہیں پہنچ سکتے ۔اور جب وہ اللہ تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر یہی طاقتیں اور کرامات ان کو بچوں کا کھیل نظر آتی ہیں ۔ان کو تو وہ کچھ ملتا ہے جس کے مقابلہ میں یہ چیزیں اتنی بھی وقعت نہیں رکھتیں جتنی ایک گھاس کا تنکا۔

اس میں شک نہیں کہ اولیائے کرام کی توجہ اور دعا سے لوگوں کو ہر طرح کے فائدے پہنچتے اور بہت سے بگڑے ہوئے کام بن جاتے ہیں ۔لیکن یہ بزرگ ان انفرادی فوائد کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے ۔اصل کام جو وہ اس طاقت سے لیتے ہیں وہ تو اجتماعی اصلاح ہے اور صحیح معنوں میں بنی نوع انسان کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے ۔تمام پیغمبر بھی اسی غرض سے بھیجے گئے تھے ۔انفرادی طور پر لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے نہیں بھیجے گئے ۔ہمارے آقائے محترم رسول اکرم ﷺ جب تشریف لائے تو سارا عرب جہالت، جدال و قتال اور مفلسی کے گھنگھور طوفانوں میں گھرا ہوا تھا ۔مگر حضور ﷺ نے ان کا افلاس دور کرنے کے لئے نہ تو پارس پتھری دی، نہ کیمیا کا نسخہ بتایا، نہ دست غیب کا عمل سکھایا (ہاں کبھی کبھی کاروباری مشورے ضرور دیئے) بلکہ اجتماعی طور پر سارے ملک کی اصلاح کے لئے اہل عرب کو اللہ اور اس کے قانون سے روشناس کرایا ۔اور عمر بھر ناقابل بیان تکلیفیں اٹھا کر منوا دیا کہ ہاں خدا موجود ہے اور اس کا قانون سچا ہے اور جب انہوں نے اس قانون پر عمل درآمد شروع کر دیا تو ساری دنیا نے دیکھا کہ تھوڑے ہی

عرصہ میں سارے عرب کی کایا پلٹ گئی ۔وہی عرب جو جاہل تھا مہذب بن گیا ۔جدال اور قتال کی جگہ محبت ،خلوص اور پریم نے لے لی ۔اور افلاس کا نام ونشان بھی نہ رہا۔تیس برس کے قلیل عرصہ میں اہلِ عرب کے پاس قیصر وکسریٰ کے خزانے جمع ہو گئے اور کوئی بھی مفلس نہ رہا۔

اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ روحانی طاقت والوں کے لئے انفرادی طور پر لوگوں کی خدمت کرنا زیادہ وقیع اور اہم ہے یا اجتماعی طور پر ان کی تہذیب واصلاح کی کوشش۔

اب آپ شاید یہ سوال کریں کہ اصلاح تو ہمارے علمائے ظاہر بلکہ دنیاوی لیڈر اور ریفارمر بھی کر سکتے ہیں اس لئے روحانیت اور اہل روحانیت ہی کی کیا ضرورت ہے؟ تو میں کہوں گا کہ معاف فرمایئے آپ کا یہ سوال روحانیت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ۔ایک تار جس میں بجلی نہ ہو ہرگز وہ کام نہیں کر سکتا جو بجلی سے بھرا ہوا ایک ''لونگ وائر'' کر سکتا ہے ۔جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ اگر ممکن ہوتا تو آج دنیائے اسلام کو اصلاح کی ضرورت ہی نہ ہوتی ۔سنئے میں نے ابھی لونگ وائر کا لفظ استعمال کیا ہے ۔جس تار میں بجلی دوڑ رہی ہو اس کو ''لونگ وائر'' کہتے ہیں اس کے لفظی معنی ہیں ''زندہ تار'' اہل روحانیت بھی ایک زندہ تار کی طرح ہوتے ہیں ۔ان کی رگ رگ میں ایک ایسی برقی قوت اور مقناطیسی کشش ہوتی ہے کہ آدمی خواہ مخواہ ان سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں ان پر عمل کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور بہت جلد نیک اور اچھے شہری بن جاتے ہیں ۔دوسرے یہ کہ ان بزرگوں میں یہ طاقت بھی ہوتی ہے کہ جو آدمی کہنا نہ مانے یا کوئی بری عادت نہ چھوڑے اس پر متواتر توجہ کر کے وہ عادت چھڑا دیتے ہیں۔

تیسرے یہ کہ ان کا اخلاق ،اخلاق محمدی ﷺ کا نمونہ ہوتا ہے ۔اور جو کوئی ان کی صحبت میں رہتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے ۔

نقوشِ مہرووفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

(مرتب: سید رحمت اللہ شاہ)

باباجانؒ سے پوچھا گیا کہ یہ Self defense کا معاملہ کیسا ہے؟ اگر مسلمان اپنے دفاع کیلئے لڑ رہا ہے تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر غیر مسلم اپنے دفاع میں لڑ رہا ہے تو اسے کیا فائدہ ہوگا؟

باباجانؒ نے سوالیہ انداز میں گفتگو کا آغاز فرمایا: کوئی قوم ایسی ہے جو اپنے دفاع کیلئے کام نہیں کرتی؟ جو مسلمان نہیں ہیں، عیسائی ہیں، یہودی ہیں، دہریے ہیں، اور وہ جو دوسرے ملکوں میں ہیں، انہوں نے اپنے دفاع کیلئے فوجیں نہیں رکھی ہوئیں؟ Self defense دوسری بات ہے۔ ہر قوم، ہر طبقہ، بلکہ جانوراور ریوڑوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے دفاع کیلئے انتظام دیا ہوا ہے۔ پھول ہیں تو ان کے ساتھ کانٹے لگا رکھے ہیں جو اس کے دفاع کیلئے ہیں۔ پھول کے ساتھ فطری طور پر دوسرے کو تکلیف پہنچانے والا کانٹا موجود ہے۔ اب خدا نے کفار اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی کے بارے میں فرمادیا ہے کہ

اَلَّذِينَ ءَامَنُوا يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَٰتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّٰغُوتِ ۔

(سورۃ النساء ۴۔ آیت ۷۶)

''ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔''

ان (کفار) کی خواہش اس دنیا کی ہے، وہ شیطان کے راستے میں لڑتے ہیں۔ مومن جو ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتا ہے اس کا مقصد علامہ اقبالؒ کے بقول یہ ہے کہ

؎ شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

مومن مال لوٹنے کیلئے اور دوسری قوموں کے مال پر قبضہ کرنے کیلئے جنگ نہیں کرتا، نہ ملک کیلئے جنگ کرتا ہے کہ یہ ہمارے قبضہ میں آجائے، ہم اس پر Rule کریں، ان کا خون چوسیں، ان کو اسیر بنالیں، ان کو غلام بنالیں۔ اسلام کا جو Concept ہے وہ یہ نہیں ہے۔ مومن نہ کسی کا غلام ہوتا ہے اور نہ کسی کو غلام کرتا ہے، وہ دنیا کو اور بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں سونپ دیتا ہے، وہ اپنی ذات کیلئے جنگ نہیں کرتا۔

ہر قوم اپنا دفاع کرتی ہے۔ جانوروں کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ حق دے رکھا ہے۔ ان کے دفاع کیلئے ان کے ناخن ہوں یا دانت۔ یہ بڑے ہوں یا تیز ہوں، جانوروں کو بھی جب کوئی تنگ کرتا ہے تو یہ بھی ان ناخن یا دانت سے اپنا دفاع کرتے ہیں کہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ جانوروں کی وہ بھی قسم ہوتی ہے جو دشمنوں سے لڑائی کرتے ہیں۔ اپنے دفاع کا انتظام تو ہر کوئی کرتا ہے۔ اس میں دل کی کونسی بات ہے؟ ہر آدمی اپنی جان کا دفاع کرتا ہے، مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ غیر مسلم جو ہیں ان کی تو لڑائی کیلئے Cause کوئی نہیں ہے۔ ہماری تو اس لڑائی میں بھی Cause ہے۔ اگر بنیادی طور پر اسلام کے جو قوانین ہیں اور طریقہ ہے، اس کے مطابق چل رہے ہیں تو اس لڑائی کیلئے ہمارا تو Concept ہی بالکل علیحدہ ہے۔ ہم لوٹ مار کیلئے لڑائی نہیں کرتے۔ مسلمان تو اپنے ہاتھ آیا ہوا مال بھی صرف کرنے کیلئے تیار ہے کہ ان کو دے دو جو غریب ہیں۔ پرانی رسوم کو آپ قطع کردیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں اور صحابہ کرامؓ کے ادوار میں بھی جنگیں آمنے سامنے زوروں پر ہوئی تھیں۔ یہ اصول تھا کہ کمانڈر جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی شرائط دشمن کو پیش کرے گا۔ اس کو پیش کرے گا کہ تمہاری، ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کسی Cause پر کوئی جگہ کا جھگڑا نہیں جو ہم نے لینی ہے، کوئی پیسے کا معاملہ نہیں جو ہم نے طے کرنا ہے۔

معاملہ جو ہے وہ انسانیت کے اکرام کا ہے۔اس کا فیصلہ کرنا ہے۔ہم جو کر رہے ہیں ہم تمہیں پہلے اسلام کی تعلیم کی دعوت دیتے ہیں کہ پہلے اس میں آجاؤ، جو زندگی کا مقصد ہے، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

اسلام کیا ہے؟ اس مقصد کے سامنے سرنگوں ہو جانا، اس مقصد کو زندگی بنالینا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے۔یہاں اس لئے آیا ہے۔جب واپس جانا ہے تو اس حیات کے بعد حیات دائمی شروع ہونے والی ہے۔یہ اسلام کا معنی ہے جو تمام رسولوں نے تمام قوموں کی طرف اپنے اپنے دور میں درس دیا۔ہر رسول کا پروگرام سورۃ اعراف میں باری باری انبیاء کا نام لکھ کے کہا گیا ہے کہ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ. ''اے قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

ایک ہی ہستی ہے جس کی اطاعت کرنی چاہیے۔جو آدمی کوئی چیز بناتا ہے وہ اس کی ملکیت قرار پاتی ہے۔آپ میز بناتے ہیں تو یہ میز آپ کی ہے۔آپ نے موٹر سائیکل بنائی ہے تو وہ آپ کی ہے۔جس نے جو چیز بنائی ہے وہ اس کی ملکیت ہے۔جس نے کائنات بنائی، یہ اسی کی ملکیت ہے۔اگر آپ کو اللہ نے بنایا ہے تو آپ اللہ کی مخلوق ہیں۔وہ آپ کی طرف سے اطاعت کا مستحق ہے۔سورۃ الناس آپ پڑھتے ہیں۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس. ہر ایک چیز کا پیدا کرنے والا وہ ہے۔آپ مانیں یا نہ مانیں۔کوئی مانے یا نہ مانے۔اس (اللہ) نے ہی بنایا ہے۔سیدھی سادی بات ہے، جس نے بنائی ہے جو چیز وہ اس کی ملکیت ہے۔اس نے بنایا ہے یا تو بتا دے کہ خدا کے سوا کسی اور نے بنایا ہے۔سورۃ انعام میں آیا ہے۔قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ. (سورۃ الانعام ۶۔آیت ۱۶۴)

''کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں؟ حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے۔''

میں جس چیز کو دیکھتا ہوں اس کا بھی رب اللہ ہی ہے۔یہ تو خود مخلوق ہیں یعنی مخلوق جو ہے وہ معبود نہیں ہوسکتی مخلوق پیدا کی گئی ہے اور وہ محتاج ہے۔اس کا تو اپنا رب ہے۔میں کس چیز میں رب تلاش کروں؟مخلوقات میں رب تلاش کروں؟وہ تو خود مجبور ہیں اور معذور ہیں،ان کا آگے اللہ تعالیٰ ہی رب ہے۔یہ جو ہندوؤں نے ۳۳ کروڑ اپنے بت بنا رکھے ہیں۔بندروں، سوروں، اور سانپ کی پوجا کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ یہ ہمیں کاٹ نہ لیں،یہ کامل ہیں۔ان کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔اُس کی پوجا نہ کریں جس نے ان کو پیدا کیا ہے؟ اللہ چیزوں کو پیدا کرتا ہے تو وہ مالک ہے، اس کی بندگی کیوں نہ کریں؟اسلام وہ پیغام دیتا ہے کہ اس اللہ کو مان لو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس. وہ ساری کائنات کا رب ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ. وہ رب ہے جس نے پیدا کیا ہے،حکمران بھی وہی ہے۔حاکمیت بھی اسی کی ہے جس نے پیدا کیا ہے۔اِلٰهِ النَّاس. معبود بھی وہی ہے۔پوجا اسی کو ہے جس کی ملکیت ہے،جس نے پیدا کیا ہے،جس کی بادشاہی ہے،حکمرانی کا حق بھی اسی کو ہے۔دنیا کی تفسیر اسی پر ہے۔اپنی مرضی پر انسان نے چلنا ہے یا اللہ کی مرضی پر چلنا ہے؟ جو من مرضی والی دنیا اور زندگی ہے،وہ کفر ہے۔جو اپنی مرضی پر چلتا ہے کہ مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔جہاں سے کماؤں،جہاں سے کھاؤں،جہاں سے مرضی بناؤں۔یہ من مرضی والی بات کفر کی دنیا ہے کہ خدا کو چھوڑ کر اپنے من کی مرضی کی ہے۔

اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ (سورۃ الفرقان ۲۵۔آیت ۴۳)

''کیا تم نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔''

خدا اس کا الٰہ نہیں ہے۔وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے۔وہ نہیں دیکھتا کہ میری خواہش غلط ہے یا صحیح ہے۔قرآن میں اس کی اجازت ہے یا نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس پر کیا فرمایا ہے۔وہ اس طرف نہیں دیکھتا،وہ اپنی مرضی پر چلتا ہے۔اللہ نے فرمایا کہ اس کا الٰہ اس کی خواہش

ہے۔جس کی وہ اطاعت کرتا ہے وہی اس کا رب ہے۔اس سے راستہ بنا تا ہے۔ایک من والی زندگی ہےاور ایک مولیٰ والی زندگی ہے۔جو دہریہ ہے اس نے بھی سارے کام کرنے ہیں۔ ہسپتال بھی ہیں،سکول بھی ہیں،عدالتیں بھی ہیں،دکانیں بھی ہیں،سب وہاں بھی چلتا ہے،محفلیں ہیں۔ایک مسلمان ملک ہے،وہ صحیح اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کے مطابق،رسول اللہﷺ کی سیرت کے مطابق وہ بھی سارے کام کرتا ہے۔دکانیں ہیں،مکان ہیں،سٹور ہیں،لیکن ہمارا ہر کام جو ہے اس میں ہم پابند ہیں، ہماری تعلیم ہم نے اپنی مرضی کے مطابق نہیں بنائی۔جو Concept ہمیں اللہ نے دیا ہے،رسول اللہﷺ نے دیا ہے،اس کے مطابق Run کرنا ہے۔ہماری عدالتیں اس کے مطابق چلنی ہیں،ہمارا نظام معیشت اس کے مطابق چلنا ہے۔اس میں دوسروں کو لوٹنا کھسوٹنا،دولت سمیٹنا کامیابی نہیں بتائی گئی کہ آپ دوسری دنیا کا خون چوسیں، اس کو معیشت کی کاریگری بتایا گیا ہے۔

جو قومیں دوسروں کو لوٹتی ہیں وہ کہتی ہیں کہ ہم معیشت میں کاریگر ہیں، ہم بڑے فہم وفراست والے لوگ ہیں۔یہ(اسلامی نظام معیشت کے حامل) کہتے ہیں کہ اپنا بھی کمایا ہوا پیسہ اللہ کی راہ میں غریب غرباء میں تقسیم کردو۔جو تمہارے پاس موجود ہے،اس میں سے جو پیچھے رہ گئے ہیں،اپنی حلال کمائی میں سے ان کو دو۔جو آدمی اپنی کمائی ہوئی دولت غرباء میں تقسیم کردیتا ہے،وہ کبھی کسی کا پیسہ مار سکتا ہے؟وہاں پر یہ نظام ہے کہ آپ کی جیب کاٹ لیتے ہیں کہ اس کے پاس جو چار آنے ہیں اس کو اپنی ہمت سے لوٹ لوں۔وہ مسلمان جو ہے وہ کبھی اس لائن پر نہیں چڑھ سکتا کہ دوسروں کے ہاتھ سے چھین لے۔وہ دینے والا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ بانٹتا ہے اسے بھی ویسا بنایا کہ وہ بھی بانٹتا ہے،رکھتا نہیں ہے اپنے پاس۔وہ اس بانٹنے والی لائن پر چلتا ہے۔ امریکہ میں اب سرمایہ داری کے خلاف وہ لوگ خود ہی جلوس نکال رہے ہیں کہ اس سے غریب

جو ہے وہ اور غریب ہو رہا ہے۔ امیر اور امیر ہو رہا ہے۔ سرمایہ داری غیر منصفانہ نظام ہے۔

یہاں تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو دین لے کر آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب یہ کام مکمل ہو جائے گا ناں جسے میں لے کر آیا ہوں تو یہ نہیں کہا کہ تسبیحاں بڑی ہوں گی، لوگ بیٹھے ہوں گے، ۔ بلکہ فرمایا کہ جب یہ مکمل ہو جائے گا جو میں لے کر آیا ہوں تو یہ ہو گا کہ کوئی آدمی آپ کو بھوکا ننگا نہیں ملے گا۔ زکوٰۃ دینے والے لے کے پھریں گے، مانگنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ مالی خوشحالی کا یہ حال ہو گا کہ لینے والا کوئی نہیں رہے گا۔ زندگی اور مال کے بارے میں یہ فرمایا کہ ایک عورت صنعا سے چلے گی مال و دولت کے ساتھ، زیورات سے لدی پھدی جائے گی، اکیلی جائے گی، راستے میں اسے روک ٹوک زیرِ آسمان سوائے اللہ کے اسے اور کسی کا ڈر نہیں ہو گا کہ یہ مجھے لوٹ لیں گے۔ امن و امان کی یہ حالت ہو گی۔ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہو گا۔ امن و امان اتنا کہ عورت اکیلی جائے گی، اس کو کوئی ڈر نہیں ہو گا۔ مالی خوشحالی یہ ہو گی کہ زکوٰۃ دینے والے پھریں گے اور لینے والا نہیں ملے گا۔ Result یہ ہو گا۔ جب یہ ہوا، رسول اللہ ﷺ کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ کا دور تھا۔ ایک عورت اونٹنی پر بیٹھی ہوئی زیورات سے لدی ہوئی آ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کون ہو تم؟ تم کون ہو کہ اکیلی بغیر محرم کے چل رہی ہو اور رات کا ٹائم ہے۔ اس عورت نے کہا کہ کیا عمرؓ بن عبدالخطاب خلیفۂ وقت فوت ہو گئے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے تمہیں کیا پوچھا ہے اور تم مجھے یہ سوال کر رہی ہو کہ کیا عمرؓ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں کب سے چلی ہوں، دو مہینے پہلے عمرہ کر کے بھی آ گئی ہوں، یہاں تک پہنچ گئی ہوں واپس، مجھے آج تک کسی نے یہ بھی سوال نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہاتھ لگانا، مجھے گمراہ یا اغوا کرنا تو اور بات ہے، مجھے یہ بھی کسی نے نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں جا رہی ہو؟ کہاں سے آ رہی ہو؟ یہ بھی سوال کسی نے نہیں پوچھا، تم پہلے شخص ہو جس نے یہ سوال پوچھا ہے۔ مجھے شک ہوا کہ شاید

خلیفۂ عادل کا سایہ اٹھ گیا ہے۔ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ خلیفہ عادل ہوتو دنیا ساری اس کے زیرِ سایہ صحیح چلتی ہے۔اللہ کی رحمت کا سایہ ہوتا ہے۔اس کی سلطنت میں گناہ نہیں ہوتا۔اس لئے اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ وہ (خلیفۂ وقت) اُٹھ گیا ہے۔

ایک اور بھی قصہ ہے بادشاہ کا کہ وہ جنگل میں بھٹک گیا تو اکیلا رہ گیا۔وہ باغ میں گیا۔ اناروں کا باغ تھا۔بادشاہ نے اس باغ میں ایک لڑکے سے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔لڑکے نے ایک انار توڑا،اس کا رس نکالا،اور بادشاہ کو دے دیا۔بادشاہ خوش ہوگیا کہ بڑا زبردست باغ ہے کہ ایک ہی انار سے جام بھر گیا ہے۔اس باغ پر ٹیکس نہیں لگا،اس پر ٹیکس لگنا چاہیے تھا۔یہ دولت والا باغ ہے۔اس پر ٹیکس لگانا چاہیے۔اس بادشاہ کی نیت ٹیکس لگانے پر آ گئی۔اس نے کہا کہ بیٹا ایک اور گلاس دو۔اس لڑکے نے ایک انار توڑا،اس کا رس نکالا،اس نے ایک دو اور انار توڑے، ان کا رس نکالا اور جام بھر کے بادشاہ کو دیا۔اس بادشاہ نے کہا کہ یہ کیا پہلے تو ایک ہی انار سے جام بھر گیا تھا،اب دو،تین توڑے ہیں،یہ کیا بات ہے؟اس لڑکے نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ بادشاہِ وقت کی نیت میں فرق آ گیا ہے۔یعنی اگر حکمران بدنیت ہو جائے تو ہمارے پھلوں میں پڑا ہوا رَس سُوکھ جاتا ہے۔یہ Concept تھا اور ایسا ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا دور ہوگا۔مالی خوشحالی ایسی ہوگی۔اس نظام میں ایک آدمی جو پیسہ کماتا ہے وہ زکوٰۃ باقاعدگی سے دیتا ہے۔سیکرٹری ہے یا جو مرضی ہے وہ ہر سال ڈھائی پرسینٹ دیتا ہے۔چالیس سال میں ساری دولت وہ ایک طرح سے قوم کو دے دیتا ہے۔ ڈھائی پرسینٹ دے،وہ کروڑوں میں ہو یا لاکھوں میں ہو،وہ چالیس سالوں میں ایک دفعہ اپنا پورا سرمایہ قوم کو دے دیتا ہے۔ڈھائی ڈھائی کر کے چالیس سال میں پورا چلا جاتا ہے۔وہ کما رہا ہے، اس کا سرمایہ کم بھی ہو رہا ہے اور زیادہ بھی ہو رہا ہے لیکن وہ اللہ کی راہ میں اپنی کمائی ایک دفعہ پوری

قوم کے غریبوں اور حق داروں کو دے دیتا ہے۔ بنیادی طور پر دونوں (مسلم اور غیر مسلم اقوام کے) نظام Different ہیں۔ وہ جو (غیر مسلم اقوام کا) نظام ہے، وہ اور ہے۔ ہمارا (نظام) اور ہے۔ ہمارا (نظام) صحیح ہے، چلو اس میں بندہ سارے نظام اسی طرح چلتے ہیں، بندہ صحیح چلے تو۔ علامہ اقبال کہتا ہے کہ

؎ لا الٰہ گوئی بگو از رُوئے جاں — تا ز اندامِ تُو آید بُوئے جاں

کلمہ پڑھتے ہو تو دل سے پڑھو کہ کیوں پڑھتے ہو۔ پکا اور صحیح اللہ کا بندہ بننا ہے۔ خدا کو اپنا مالک مانتا ہے اور اس کی مرضی سے آگے اپنی مرضی نہیں کرنی ہے تاکہ تیرے اندر سے، تیرے عملوں سے تیرے ایمان کی خوشبو آئے۔ کلمہ صحیح پڑھو تاکہ تمہارے اعمال سے اس کی خوشبو آئے۔ کریں تو تب بات ہے۔

جہاد ہمارا جو ہے، اس میں جو سامنے آجائیں ان کے لئے حکم ہے کہ ان کو دعوت دو۔ کفار کو دین کی دعوت دو کہ تمہاری ہماری کوئی لڑائی نہیں ہے، اس بات پر ہم آپ کو جمع کرنا چاہتے ہیں کہ خود کو بندوں کی غلامی سے نجات دے کر اللہ کی غلامی میں لانا ہے، تم ہمارے ساتھ لگو، تم ہمارے محکوم نہیں ہو گے، تم اور ہم بھائی بھائی بن جائیں گے۔ یہ نہیں کہ ہم نے فتح کر لیا ہے، تم سارے ہمارے غلام ہو۔ غلام نہیں ہو گے، تم ہمارے بھائی ہو۔ یہ اصول چلے گا، جو حقوق President کو ہیں، وہ ہمارے ہر مسلمان کو حاصل ہیں، خواہ جو بھی ہو، ہر مسلمان کو حاصل ہیں۔ اس طرف ہم تمہیں لانا چاہتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا۔ اپنی قوت تمہاری قائم رہے گی، تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈالنا، ہمارے دشمنوں سے سازباز نہیں کرنا، ہمارے کام میں کہیں اونچ نیچ تم نہیں دیکھو گے۔ سال میں ایک مرتبہ ٹیکس تو ہو گا، ہماری Supremacy کو تسلیم کرتے ہوئے یہ سالانہ دینا ہو گا۔ اب اگر یہ بھی نہیں قبول تو

پھر جنگ ہے، آ جاؤ۔ پھر ہماری اور تمہاری جنگ ہوگی۔

اس میں زبردستی اسلام میں لانے والی بات نہیں ہے۔ اگر وہ مان جاتا ہے تو وہ ذمّی کہلاتا ہے، آپ اس کی جان و مال، اس کے مذہب کی، عزت کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اس ٹیکس کے بدلے اُس سے زکوٰۃ نہیں لی جائے گی، وہ (زکوٰۃ) اسے معاف ہے۔ ایک مسلمان ایک ذمّی کو قتل کر دے تو اس کے بدلے میں مسلمان کو جان بھی دینا ہوگی۔ ایسا نہیں ہے کہ مسلمان حاکم ہے اور وہ محکوم ہیں، وہ دوسری (غیر مسلم) قوم کا ہے، مر گیا تو کوئی بات نہیں، جیسے ہو۔

اس دنیا میں مسلمان Difference کیلئے جنگ لڑتا ہے تا کہ عدل و انصاف کیلئے نظام قائم ہو اور انسان انسانوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آ جائیں۔ مسلمان اس دولت کے خزانے کو سنبھال کر لوگوں کا استحصال نہیں کرتا، وہ اس کا امین بن جاتا ہے۔ اس کے پاس یہ امانت ہے، یہ اس نے دینی ہے۔ مسلمان ہے تو یہ اس کا فریضہ ہے کہ خود ڈھونڈ کر ضرورت مندوں کو یہ دولت دینی ہے۔ حضرت عمرؓ راتوں کو مدینہ شریف میں خود دورہ کرتے تھے۔ دیکھتے تھے کہ لوگ چین سے سوئے پڑے ہیں کہ نہیں۔ کس گھر میں جاگ رہے ہیں؟ بچہ کیوں رو رہا ہے؟ عورتیں کیا کر رہی ہیں؟ وہ (حضرت عمرؓ) اپنے گورنروں کو بھی آرام سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے کہ تم بھی ایسے کرو۔

(جاری ہے)

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحبؒ کا خط بنام سیّد عابد کبیر شاہ

مورخہ : 30.01.1994

اسلام علیکم و رحمة الله ! اللہ تعالیٰ آپ کی تبلیغی کوششوں کو کامیاب فرمائے اور مولانا رب نواز صاحب کو شرح صدر عطاء فرمائے ، آمین ۔ ان کا خیال کر کے غائبانہ طور پر انہیں توجہ دیا کریں ۔

مورخہ : 22.07.2005

عاشق حسنین شاہ صاحب تشریف لائے تھے ۔ اتوار ہونے کی وجہ سے بہت بھائیوں سے ان کی ملاقات ہوگئی ۔ شام کو واپس چلے گئے کیونکہ انہیں ڈاکٹر سے ملنا تھا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاءِ کاملہ کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے ۔ آمین ۔

بات چیت کے دوران صلح و صفائی اور مصالحت کا ذکر چلا تو شاہ صاحب نے اشارۃً کہا کہ ہمیں ایسی ہی کچھ صورت حال کا سامنا ہے ۔ لیکن اس پر تفصیلی بات چیت نہ ہوسکی ۔ خانگی مسائل کے حل کرنے کا احسن طریقہ تو یہ ہوتا ہے کہ گھر کے اپنے افراد اور کچھ عزیز و رشتہ دار مل کر عدل و انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیں اور متعلقہ فریقین کو چاہیے کہ سعادت مندی کے ساتھ اس فیصلہ کو تسلیم کر لیں تا کہ بات گھر سے باہر نکلے ہی نہیں ۔ اگر اس پر کسی کو اطمینان نہ ہو تو پھر مقامی طور ممبر حضرات یا معززین علاقہ کو بٹھایا جائے کہ ہمارے تنازعہ کو حل فرمائیں ۔ اس طرح جو فیصلہ پنچائیت کرے اور عموماً وہ درست ہی ہوتا ہے اسے مان لینا چاہیے تا کہ عدالت تک نوبت نہ پہنچے ۔

پھر آپ کا معاملہ تو اپنے سگے بھتیجے سے ہے اور آپ اس کے باپ کی جگہ ہیں اور آپ پر واجب ہے کہ اس پوری فیملی پر محبت اور شفقت کا سایہ رکھیں اور ان کی حفاظت کریں ۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صلہ رحمی کو سب سے نیک اور اچھا عمل فرمایا ہے ۔ اور اسے توڑنا شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے ۔ اس لئے سخت احتیاط کی ضرورت ہے ۔ توحیدی بھائیوں کو حکم ہے کہ وہ اپنے کسی قول و فعل اور کسی حرکت سے کسی انسان کو دکھ یا رنج ہرگز نہ پہنچائیں گے ۔ اچھے بیٹوں سے اچھی خبریں ہی آنی چاہئیں ، جنہیں سن کر ہمارا سر فخر سے بلند ہو جائے ۔

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحبؒ کا خط بنام محمد اظہر خان

مورخہ : 21.11.2000

اسلام علیکم و رحمة اللّٰہ ! میرے محترم بھائی!"قبلہ" کا معنی کعبہ بھی اس لئے ہے کہ ہم اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ کیونکہ اس کے معنے رُخ اور سامنے کے بھی ہیں۔ لُغت میں اس کے معنی کلمہ تعظیم ہیں، جناب اور حضرت کی طرح۔ اردو ادب میں والد ماجد یا کسی بزرگ کیلئے قبلہ گاہ عام طور پر لکھا جاتا ہے۔ بلکہ قبلہ و کعبہ بھی تعظیم کیلئے لکھا جاتا ہے۔ اس لئے اس میں تو تکبر کے معنی ہرگز نہیں پائے جاتے۔ ہمارے سلسلہ میں سال میں ایک دو مرتبہ پورے آداب کے ساتھ سماع سننے کی اجازت ہے۔ سلسلہ چشتیہ میں تو سماع بہت ہی عام ہے۔ اور اس معاملہ میں بزرگوں اور علماء کا اختلاف ہے۔ اگر آپ کو" اسلام او ر موسیقی" پر مطالعہ کا موقعہ ملا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے جواز میں بہت ہی احادیث موجود ہیں۔ ''حرام'' کا مسئلہ اتنا سادہ نہیں ہے۔ اور اس کا اختیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ کو ہے، نہ کہ علماء کو۔ قرآن کریم میں تو اسے حرام نہیں بتایا گیا۔ احادیث میں اختلاف ہے۔ اسلام میں حلال، جائز اور مباح چیزوں کی تفصیل نہیں لکھی جاتی کیونکہ وہ تو بے شمار ہیں۔ اس لئے حرام چیزیں جو چند ایک ہوتی ہیں وہ بتادی جاتی ہیں کچھ مکروہات بیان کی جاتی ہیں اور ان کے علاوہ باقی سب جائز یا مباح ہوتا ہے۔ سماع کے جواز یا مباح میں بھی یہی اصول پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی دوسری کتاب نہ مل سکے تو حجة الاسلام امام محمد الغزالیؒ کی کتاب ''کیمیائے سعادت'' میں باب سماع ہی پڑھ لیجئے۔ انشاء اللہ آپ کی کافی حد تک تسلی ہو جائے گی۔ یہ ایک ذوقیہ چیز ہے۔ اسلام سے تعلق ہوتو پھر تو ہر ایک کیلئے لازمی بن جائے، ایسا ہرگز نہیں ہے۔ پھر بھی اگر آپ میں اس کا ذوق نہ ہو تو ہمارے کئی بھائی محفل سماع میں شامل نہیں ہوتے کیونکہ یہ ضروری ہرگز نہیں۔ اس تشریح کے باوجود بھی اگر آپ کو سب کچھ اچھا نہ لگے تو کوئی ضروری تو نہیں ہے کہ کسی ایسے سلسلے میں شامل ہوا جائے، جس کی تعلیم پر دل نہ جمے۔ آپ کیمیائے سعادت ضرور پڑھیے گا۔ اس سے علم میں اضافہ ہوگا۔

والسلام

علامہ اقبال کا فلسفہ خودی اور قبلہ انصاری صاحبؒ

(عزیز عارف صاحب)

اللہ رب العالمین نے انسان کو دنیا میں خلیفہ یا نائب مقرر فرمایا ہے۔علامہ اقبالؒ کے مطابق انسان اس مرتبے کے تقاضوں سے کماحقہ آگاہ نہیں ہے۔یہی وجہ ہے وہ اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق اپنی نمائندگی کرنے سے قاصر ہے۔

اقبالؒ انسان کو اپنے عطا شدہ مراتب کا خود شناش،خود آگاہ اور معرفت نفس کا حامل دیکھنا چاہتے ہیں۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی کسی کا نائب،ڈپٹی یا خلیفہ ہو تو اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے،چہ جائیکہ انسان احکم الحاکمین کا خلیفہ ہو۔حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے۔ "من عرف نفسه ، فقد عرف ربه :

ترجمہ : جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا (گویا)اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"

یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ عرفان ذات ہی عرفان باری تعالیٰ ہے۔انسان اگر اس صفت ازلی سے متصف ہو جائے اور اسے اپنے مقام کی شناسائی حاصل ہو جائے کہ وہ تو مسجود ملائکہ ہے تو کیا ہی بات ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مگر

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

حضرت علامہ اقبالؒ نے ایک اور جگہ فرمایا۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے بادِ صبح گاہی کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

اقبالؒ نے انسان کو بالعموم اور مردِ مسلمان کو بالخصوص یہ باور کرایا ہے کہ اس کا مقام و مرتبہ نہایت ارفع و اعلیٰ ہے۔ المیہ یہ ہے کہ وہ اس سے آگاہ نہیں ہے۔

خودی کا واقف انسان عوام کے بجائے خواص میں شامل ہوتا ہے اور اس طرح اپنا مرتبہ پہچاننا کسی قدر آسان ہو جاتا ہے۔

توحیدیوں پر اللہ کریم کا خاص فضل ہے کہ ان کے رہبر و رہنما قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ دورِ حاضر کے جدید تصوف کے بانی اور مجدد ہیں۔ اللہ رب العزت کا یہ بھی خاص کرم ہے کہ قبلہ انصاریؒ نے تصوف کو ملاوٹوں اور رالائشوں سے یکسر پاک کر دیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ایسا نور ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ اس کے دیدار و لقاء کی خواہش بہت بڑی بات ہے مگر "جسے پیا چاہے وہی سہاگن ہے"

قبلہ انصاریؒ نے تحریر فرمایا اور اپنی نجی محافل و مجالس میں بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کریم کو ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ بلکہ خاص روحانی اور باطنی آنکھ Develope کرنا پڑتی ہے اور یہ صلاحیت خاص محض اللہ کے فضل و کرم سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس لیے لقاء اللہ کی خواہش اور طلب صادق کے ساتھ، سخت محنت، عبادت و ریاضت، ذکر اذکار، قطع ماسوا اللہ، تسلیم و رضا، سخت مجاہدہ (صرف غصہ و نفرت کی نفی) اور سب سے بڑھ کر مرشد کا فیض جو انہی کو ملتا ہے جو تعلیم پر زیادہ عمل کرتے ہیں اور مرشد کا ہر حکم بلا چون و چرا مانتے ہیں اور تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لیے قربانی سے نہیں بلکہ ایثار سے کام لیتے ہیں۔ طلب صادق کا اس راہ میں خشتِ اول کا سا کردار ہے

موجودہ دور سائنس و ٹیکنالوجی کا ترقی یافتہ دور ہے۔اگر ہم اب سے کوئی چار دہائیاں پیچھے جائیں تو کمپیوٹر کی حالیہ شکل، یا موبائل فون، انٹرنیٹ وغیرہ نہ تھے۔اور اب یہ سب ہر شخص کی جیب میں رکھا ہے ۔خدا جانے اللہ کریم انسان کو مزید کہاں سے کہاں پہنچائے ۔قبلہ انصاریؒ نے اسی زمانے میں یہ سب بتادیا تھا۔انیس سو ستر کی دہائی میں قبلہ انصاری صاحبؒ اپنی ایک مجلس میں فرمارہے تھے اور راقم الحروف بھی اس مجلس میں موجود تھا کہ بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے کہ فون پر بات کرنے والے کی تصویر بھی نظر آئے گی ۔اور اس کے تجربات کامیابی کے قریب ہیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ تکنیک رواج پا چکی ہے بلکہ قبلہ حضورؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ فون کرنے والا اگر کسی باغیچے میں بیٹھا فون کررہاہے اور اردگرد میں پھول ہیں مثلاً گلاب،تو ریسیونگ اینڈ پر خوشبو بھی محسوس ہوگی ۔یہ تجربہ بھی کامیاب ہو چکا ہے اور امید ہے جلد رواج پا جائے گا۔ آپؒ اس وقت ایک خاص کیفیت میں تھے اور فرمایا کہ بزرگوں کو یہ تصرف حاصل ہے کہ بیک وقت ایک سے زیادہ جگہوں پر دکھائی دے سکتے ہیں مگر ایک وقت آنے والا ہے جب کوئی صاحب روحانیت محض ''vibration'' وائبریشن سے خود کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر سکے گا۔

بالکل اسی طرح مطلوبہ درجے کی لطافت انسان میں پیدا ہو جائے اور قسمت میں بھی ہو تو لقاء اللہ ممکن ہے مگر وہ الٹرا ہائی فریکونسی '' Ultra High Frequency '' پیدا تو کی جائے۔لیزر سے آنکھ جیسا نازک آپریشن کس قدر آسانی سے کیا جاتا ہے ۔کچھ عرصہ پہلے تک اس کا تصور بھی محال تھا ۔جس قدر عظیم یہ مقام ہے اسی درجے کی عالی شان محنت ، ریاضت، عبادت اور اخلاقی معیار درکار ہے ۔ساتھ ہی مرشد کامل کا فیض اور رہنمائی ۔وہ مرشد کہ جنہوں نے یہ کٹھن راستہ اور اس کی منازل طے کی ہوں۔

الحمدللہ کہ قبلہ انصاریؒ نے نہ صرف سلوک کی انتہا کا سفر مشاہدے کے ساتھ طے فرمایا

بلکہ تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نہایت سلیس اور عام فہم زبان میں سالکان راہ حقیقت کے لیے بیان فرما دیا جو تحریری کتب کی صورت میں موجود ہے۔

چنانچہ علامہ اقبالؒ نے خودی کا جو تصور پیش کیا تھا بابا جان انصاریؒ نے اسے عملی ہیئت سے ہمکنار فرما دیا۔باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا تاوقتیکہ عمل نہ کیا جائے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا سلیبس اور مرشد کو گواہ بنا کے اللہ سے کیا ہوا عہد یعنی بیعت نامہ کو یاد رکھیے۔تعمیر ملت،طریقت توحیدیہ،چراغ راہ،حقیقت وحدت الوجود اور مقصودِ حیات کو اس تسلسل کے ساتھ زیرِ مطالعہ رکھیے کہ ازبر ہو جائیں۔عمل کیجیے،اور عمل کرتے جایئے کہ زندگی میں جنتوں کے اعلیٰ ترین مقامات کی سیر کرتے کرتے اللہ کریم کا قرب،عرفان اور قسمت میں ہو تو ''دیدار'' کی سعادت حاصل کر کے رہیے کہ یہی مقصودِ حیات ہے۔اور مرنے کے بعد جو عطا ہو گا وہ دائمی و ابدی ہے۔اپنے اندر،باہر،گردوپیش،متعلقین اور عوام الناس کی اصلاح کیجیے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کے لیے دامے،درمے،سخنے خود کو ایثار کے ساتھ وقف کیجیے۔یہ بہت بڑا کام ہے۔قبلہ حضورؒ فرماتے تھے کہ فی زمانہ لوگوں کو مسلمان کر کے مسلمانوں میں بے کار لوگوں کا اضافہ کرنا ضروری نہیں بلکہ جو مسلمان اور خاص کر پاکستانی ہیں انہی کو باعمل و باکردار بنانے اور ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا مقصود اور زیادہ ضروری ہے۔ان کی خودی کو جاگ لگانا ہے بقول علامہ اقبالؒ

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشتِ خاک میں پیدا ہوا آتش سوز
یہی ہے سرِ کلیمی ہر اک زمانے میں
ہوائے دشت و شعیب و شبانی شب و روز

قبلہ انصاری صاحبؒ ساری عمر اسی تگ و دو میں لگے رہے کہ پاکستانی مسلمان کو عملی طور پر یہ سمجھا سکیں کہ

خودی ہو زندہ تو فقر بھی ہے شہنشاہی
نہیں ہے سنجر وطغرل سے کم شکوہ فقیر
نہنگ زندہ ہے اپنے محیط میں آزاد
نہنگ (مگرمچھ) مردہ کو موج سراب بھی زنجیر

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہؒ نے گہری نظر سے مشاہدہ فرمالیا کہ

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

چنانچہ مریدان میں سے جنہوں نے عمل کیا وہ بھی دل بیدار کے حامل ہیں۔ آپؒ فرماتے تھے یہ سلسلہ اصلاح معاشرہ کی تحریک ہے۔ ابھی بہت کام باقی ہے۔ نوجوان افراد اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ یہ مشن زیادہ بہتر طریقے سے پورا کر سکتے ہیں۔ پرانے بھائی اس بات کے شاہد ہیں کہ نوجوان داڑھی منڈوں نے ظاہری وضع قطع اختیار کئے بغیر سلسلہ کی تعلیمات کو پاکستان بھر میں روشناس تو کرایا مگر تا ہنوز بہت کام باقی ہے۔ خود کو بنا لیجئے اور پھر اپنے ہم عصروں کو اپنی قوت باطنی کی مقناطیسی لہروں سے magnetise کیجیے۔ بانی سلسلہ کے فرمان کے مطابق پاکستان میں اگر پچیس فیصد بھی توحیدی پیدا ہو جائیں تو حقیقی اسلامی معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔

خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
مقام رنگ و بو کا راز پا جا

ازدواجی زندگی کے آداب

(پیر خان توحیدی)

ازواج زوج سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں جوڑا یعنی شوہر اور بیوی۔ یہ وہ رشتہ ہے جو کائنات کی ساری مخلوق میں پایا جاتا ہے۔ چاہے وہ انسانی مخلوق ہے یا حیوانی مخلوق ہے، چرند ہیں یا پرند، گاؤں میں رہتے ہیں یا شہروں میں، گھروں میں بستے ہیں یا غاروں میں، ہوا میں اُڑتے ہیں یا پانی میں تیرتے ہیں، جنگلوں میں رہتے ہیں یا صحراؤں میں پھرتے ہیں۔ غرضیکہ یہ رشتہ ہر جگہ موجود ہے۔ کیونکہ یہ رشتہ ربّ العزت نے انسانی، حیوانی یا کسی بھی مخلوق کی افزائش نسل کے لیے بنایا ہے، اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ اسلام ایک آفاقی مذہب ہے اور ایک اعلیٰ تہذیب و تمدن کا داعی ہے۔ یہ اعلیٰ تہذیب و تمدن اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جب ہم ایک پاکیزہ معاشرہ تعمیر کرنے میں کامیاب ہوں۔ پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ آپ خاندانی نظام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط اور کامیاب بنائیں۔ خاندانی زندگی کا آغاز شوہر اور بیوی کے پاکیزہ ازدواجی تعلق سے ہوتا ہے اور اس تعلق کی خوشگواری اور استواری اسی وقت ممکن ہے جب شوہر اور بیوی دونوں ہی ازدواجی زندگی کے آداب و فرائض سے بخوبی واقف ہوں اور ان آداب و فرائض کو بجالانے میں پوری دلسوزی، خلوص اور یکسوئی کے ساتھ سرگرم عمل بھی ہوں۔

دنیائے انسانیت کی بقاء اور نسل انسانی کا وجود مرد و عورت کے باہمی ربط و تعلق سے ہے یہ تعلق جس قدر گہرا اور محبت و اُلفت سے لبریز ہوگا، اسی قدر اس کا نتیجہ بھی بہتر اور نفع بخش ہوگا انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ جب اسے کسی چیز سے محبت اور اُنس ہوتا ہے تو اس کے دیکھنے اور اس کے پاس رہنے سے راحت اور سکون محسوس کرتا ہے۔ اور جس چیز سے طبعی طور پر نفرت ہو اس سے گھٹن اور تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ چونکہ اللہ ربّ العزت کو دنیا کا نظام اور نسل انسانی کا وجود قیامت تک باقی رکھنا مقصود ہے۔ اس لئے مرد کے اندر عورت کی طرف رغبت

اورخواہش اورعورت کے اندرمرد کی طرف طبعی میلان ودیعت فرما دیا ہے۔ چنانچہ انسانی زندگی میں ایک ایسا وقت آتا ہے جب مرد عورت دونوں ایک دوسرے کے سخت محتاج ہوتے ہیں۔اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں اس ضرورت کو نہایت لطیف انداز میں بیان فرمایا ہے:

ترجمہ : ''وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو''۔

اگر ہم صرف اسی پر غور کریں اور اس کے مطالبات پورا کرنے کی کوشش کریں تو انشا ءاللہ ہماری ازدواجی زندگی اتنی ہی خوشگوار اور اطمینان بخش ہوگی جو ہمارا مطلوب ومقصود ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کی احتیاج اور ضرورت کو لباس سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس طرح انسان کو ہر موسم میں کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے زیب وزینت کرتا ہے اسی طرح مرد وعورت کو ایک دوسرے کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔اس لئے چاہیے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت بن کر زندگی گزاریں نہ کہ ایک دوسرے سے بے نیاز ہوکر۔قرآن کریم کی اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح لباس انسان کے جسم سے جدا نہیں ہوتا اور پوری زندگی اس کو لباس کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح ایک عورت کو اپنے شوہر اور شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ دوستانہ تعلق قائم رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس اندازِ فکر سے ایک دوسرے کی کمی کوتاہی کو نظر انداز کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اس لیے محبت کی آنکھیں عیب کو چھپاتی ہیں اور چشم پوشی کرتی ہیں جبکہ نفرت اور عداوت کی آنکھیں برائیوں کو تلاش کرتی ہیں۔لہٰذا فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے زوجین کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور جذبہ رحمت پیدا فرما دیا تا کہ ان کی زندگیاں خوشگوار گزریں۔نبی رحمتﷺ نے فرمایا:

''مرد کو خواہ مخواہ عورت کی عیب جوئی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔اگر اس کی کوئی عادت بری ہے جو اسے ناپسند ہے تو یقیناً دوسری عادتیں اور خصلتیں اچھی بھی ہونگی جو اسے خوش کردیں گی'' **(مسلم)**

نبی پاکﷺ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ رفاقت کے لیے ضروری ہے کہ اس کی کمزوریوں کو نظر انداز کیا جائے اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت بھی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح لباس انسان کے ظاہری عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے،مرد عورت بھی ایک دوسرے کی پردہ پوشی کریں۔اگر ایک طرف اللہ اور اس کے پیارے رسولﷺ نے مردوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں تو دوسری طرف عورتوں کے بھی کچھ فرائض مقرر کیے ہیں۔اگر دونوں فریق اپنے اپنے فرائض اور حقوق کا خیال رکھیں تو زندگی یقیناً خوشگوار گزرے گی۔ زوجین میں پیار و محبت کا جذبہ ابھرے گا اور کسی قسم کے شکوہ و شکایت کی گنجائش نہ رہے گی۔

اسلام میں شادی کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی تسکین ہو۔دل کو راحت ملے ۔ضمیر قرار پکڑے اور مرد و عورت محبت، رحم، ہمدردی، یکسانیت و ہم آہنگی، باہمی تعاون اور آپس میں شفقت و مہربانی کی ایسی فضا قائم کریں جس میں نوخیز نسل کی پرورش ہو سکے اور ایک محفوظ مسلم خاندان پروان چڑھے۔خاندان سے مراد شوہر بیوی اور ان کے بچے ہیں خواہ وہ کسی محل میں رہتے ہوں یا جھونپڑی میں۔دراصل خاندان ایک مرد اور ایک عورت کے ایسے معاہدے سے جس میں وہ اپنے مذہبی یا قومی دستور کے مطابق یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم میاں بیوی کی طرح اکٹھے رہیں گے اس معاہدے کے معرض وجود میں آتے ہی دونوں پر کچھ فرائض اور حقوق عائد ہوجاتے ہیں۔ اب جس قدر دونوں فریقین ان حقوق و فرائض کو احسن و بخوبی اور تندہی سے انجام دیں گے اسی قدر راحت و سکون سے رہیں گے اور یہ گھر جنت بن جائے گا۔اس کے برعکس جس قدر وہ ان حقوق و فرائض کی طرف سے روگردانی اور بے پروائی کریں گے اتنی ہی زندگی مصیبت اور تکلیف سے گزرے گی اور یہی گھر ان کے لیے جہنم بن جائے گا۔قرآن نے مرد و عورت کے درمیان اس فطری اور ابدی تعلق کی بہت ہی لطیف اور پُر اشتیاق تصویر کشی کی ہے جس میں امن و سکون کی بادِ نسیم

چلتی ہے اور جس سے محبت مفاہمت اور رحمت کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ارشادِ ربّانی ہے:

ترجمہ: ''اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی''۔

اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے۔

''دنیا سامان زیست ہے اور اس کا بہترین سامان نیک اور صالح عورت ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ دوسری صفات کے ساتھ ساتھ خوبصورتی بھی ان صفات میں سے ہے جنہیں آدمی نیک عورت میں چاہتا ہے۔ارشادِ گرامی ہے:

'' مومن کے لیے اللہ کے بعد سب سے زیادہ مفید اور باعث خیر و برکت نعمت نیک بیوی ہے کہ جب اس سے کسی کام کے لیے کہے تو وہ خوش دلی سے سرانجام دے۔ جب اس کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب وہ اس کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھے تو وہ اس کی قسم پوری کردے اور جب وہ کہیں چلا جائے تو اس کے پیچھے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کے مال و اسباب کی نگرانی میں شوہر کی خیر خواہ اور وفادار رہے۔سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا بہترین عورت کونسی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا جسے دیکھ کر شوہر کو خوشی حاصل ہو جو اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جو اسے ناپسند ہو اور اس کا مال ایسی جگہ خرچ نہ کرے جہاں اس کے شوہر کی مرضی نہ ہو۔

اسلام نے عورت کے بارے میں خیر کی وصیت کی ہے اور اس کو اتنا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے جتنا کسی اور مذہب میں نہیں دیا گیا۔رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو متنبہ کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اچھا سلوک کرنے والے شوہر کو اس اُمت کے بہترین اور ممتاز لوگوں میں سے قرار دیا ہے فرمایا:

'' کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہیں۔

اسلام نے جہاں مرد سے یہ مکالمہ کیا ہے وہ عورت کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور حسن سلوک سے پیش آئے وہیں عورت کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ حلال، انصاف اور عدل کی حدود میں مرد کی اطاعت کرے اس اطاعت پر اسلام نے جتنی سختی سے زور دیا ہے اس کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوسکتا ہے کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے یہی نہیں بلکہ شوہر کی خوشنودی کو جنت میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا۔ ارشاد ہے ''کہ جس عورت نے بھی اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔ نافرمان اور شوہر سے الگ رہنے والی عورت کے بارے میں یہ وعید بھی سنائی گئی ہے کہ فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ راست روی اختیار کر کے شوہر کیساتھ مصالحت کرے اور جو عورت ناراض ہو کر شوہر سے الگ رات گزارے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تعمیر ملت'' میں ازدواجی زندگی کے بارے میں نہایت ہی خوبصورت جامع مضمون لکھا ہے جو نہ صرف توحیدی بھائیوں کے لیے ہے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ تعمیر ملت اور باباجی کی دوسری تصانیف توحیدی بھائیوں کے لیے بے بہا سرمایہ ہیں ان کے پڑھنے سے روح کو تازگی ملتی ہے دل کو سکون حاصل ہوتا ہے اور علم میں اضافہ ہوتا ہے اسی لیے تو موجودہ شیخ سلسلہ جناب محمد یعقوب صاحب توحیدی ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ باباجی انصاریؒ کی تصانیف کا لازمی مطالعہ کیا کرو۔ ماہ دسمبر 2015 کے ماہنامہ فلاح آدمیت کے آخری صفحے پر مرکز سے ہدایت کی ہیڈنگ میں باباجان محمد یعقوب صاحب نے تمام پیر بھائیوں کو ان کتب کے مطالعہ کا حکم صادر فرمایا ہے۔ جن بھائیوں نے ابھی تک مطالعہ نہیں کیا تو بلا تاخیر ان کتب کا مطالعہ شروع کردیں'' ہاں تو قبلہ باباجان انصاریؒ لکھتے ہیں کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر رہنے سہنے کے طریقے وحی، الہام یا عقل کے ذریعے تعلیم کر دیے ہیں

نکاح کا دستور اسی دن سے کسی نہ کسی صورت میں آج تک چلا آ رہا ہے یہ اللہ کا حکم اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے زوجین کا سب سے پہلا اور سب سے اہم مشترکہ فرض یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو روز اوّل ہی سے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے مزاج اور عادتوں میں مناسب تغیر و تبدل پیدا کر کے ہم مزاج اور ہم خیال بن جائیں اس کام کو آسانی سے سرانجام دینے کے لیے ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی فروگزاشتوں کو بالکل نظر انداز کر دینا اور بڑے بڑے اختلافات کو محبت اور پیار سے ایک دوسرے کو بتا دینا چاہیے۔ یہ کام اگر انتہائی صبر اور قوت برداشت سے کیا جائے تو زیادہ عرصہ نہ گزرے گا کہ گرہستی کی گاڑی زندگی کی شاہراہ پر فراٹے بھرنے لگے گی اور باقی عمر بہت آرام و آسائش سے بسر ہو گی کس قدر احمق ہیں وہ لوگ جو شادی کے بعد ذرا ذرا سی شکایتوں اور بدگمانیوں کی وجہ سے زندگی کو تلخ اور اپنے جنت کدہ کو جہنم بنا لیتے ہیں اور پھر الزام قسمت اور خدا کو دیتے ہیں۔ نکاح ایک معاہدہ ہے اسکی بنیاد ہرگز محبت اور معاشقہ پر نہیں رکھی گئی اکثر مغربیت زدہ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور ہماری سوسائٹی میں بھی یورپ کی کورٹ شپ کا قاعدہ رائج کرنے کے حامی ہیں لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ یورپ اور امریکہ ہی نے اس طریقہ سے کونسا فائدہ حاصل کیا ہے ان ملکوں میں کورٹ شپ کے بعد بھی جو شادیاں ہوتی ہیں ان کا انجام مایوس کن ہے اور طلاقوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔ جب ایک نامحرم مرد اور عورت آزادی اور بے پردگی کی وجہ سے آپس میں بے تکلف ہو کر ملتے ہیں تو جبلی کشش جنسی دونوں کو ایک دوسرے کی طرف کھینچتی ہے اور وہ اس ہوس کو محبت سمجھ کر شادی کر لیتے ہیں اور جب ہوس پوری ہو جاتی ہے تو طلاق حاصل کر کے نئے جوڑوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن اسلام نے رشتہ ازدواج کی بنیاد محبت پر نہیں بلکہ محبت کی بنیاد رشتہ ازدواج پر رکھی ہے یعنی نکاح کے بعد میاں بیوی اگر اسلامی طریقوں کے مطابق رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق پوری طرح ادا کریں تو رفتہ رفتہ ان میں اس قدر محبت پیدا ہو جاتی ہے جو عمر بھر باقی رہتی ہے۔ بابا جان انصاریؒ نبی رحمت ﷺ کی ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خاوند اپنی

بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا ثواب عطا کرے گا جتنا حضرت ایوبؑ کو ان کی مصیبت پر عطا فرمایا۔ دوسری طرف عورتوں کے لیے بھی حکم ہے کہ وہ اپنے خاوندوں کی مرضی کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں اور جب مرد گھر آئیں تو مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کریں۔ ان کو خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو بنا سنوار کے رکھیں اور نہایت خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کریں اور اس اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کریں ان کے کھانے اور آرام کا خاص خیال رکھیں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کریں جس گھر میں عورت خوش نہیں رہتی اس گھر میں حزن ملال، پھٹکار اور لعنت برستی ہے ایسے گھر میں پرورش پانے والے بچے بھی بدمزاج بدذوق اور بد دماغ اٹھتے ہیں۔

زوجین کے آداب وفرائض شوہر کے آداب وفرائض

ا۔ بیوی کے ساتھ اچھے سلوک کی زندگی گزاریے اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ ادا کیجیے اور ہر معاملہ میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کیجیے۔ خدا کا ارشاد ہے۔

ترجمہ ''اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے زندگی گزارو''

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ہدایت فرمائی؛ ''لوگو سنو! عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش آؤ سوائے اس صورت کے جب ان کی طرف سے کوئی کھلی نافرمانی سامنے آئے۔ اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو پھر خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو اور انہیں مارو تو ایسا نہ مارو کہ کوئی شدید چوٹ آئے اور پھر جب وہ تمہارے کہنے پر چلنے لگیں تو ان کو خواہ مخواہ ستانے کے بہانے نہ ڈھونڈو۔ دیکھو سنو! تمہارے کچھ حقوق تمہاری بیویوں پر ہیں اور تمہاری بیویوں کے کچھ حقوق تمہارے اوپر ہیں۔ ان پر تمہارے حقوق یہ ہیں کہ وہ تمہارے بستروں کو ان لوگوں سے نہ روندوائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو ہرگز نہ گھسنے دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو اور سنو ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم انہیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

۲: جہاں تک ہو سکے بیوی سے خوش گمان رہیے اور اس کے ساتھ نباہ کرنے میں تحمل، بردباری اور اعلیٰ ظرفی کی روش اختیار کرو۔ اگر اس میں شکل وصورت یا عادات واخلاق یا سلیقہ اور ہنر کے اعتبار سے کوئی کمزوری بھی ہو تو صبر کے ساتھ اس کو برداشت کرو اور اس کی خوبیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے فیاضی، درگزر، ایثار اور مصلحت سے کام لیجیے۔ عورت کے کسی ظاہر عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلق کو ہرگز برباد نہ کیجیے۔

۳: عفو کی روش اختیار کیجیے اور بیوی کی کوتاہیوں نادانیوں اور سرکشیوں سے چشم پوشی کیجیے۔ عورت عقل وخرد کے اعتبار سے کمزور اور نہایت ہی جذباتی ہوتی ہے۔ اس لیے صبر وسکون رحمت وشفقت اور دل سوزی کے ساتھ اس کو سدھارنے کی کوشش کیجیے۔

۴: بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کیجیے اور پیار ومحبت سے پیش آیئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں۔ اپنی خوش اخلاقی اور نرم مزاجی کو جانچنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں سے خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے، گھر والوں کی دلجوئی کرے اور پیار ومحبت سے پیش آئے۔

۵: پوری فراخدلی کے ساتھ رفیقہ حیات کی ضروریات فراہم کیجیے۔ خرچ میں کبھی تنگی نہ کیجیے۔ اپنی محنت کی کمائی گھر والوں پر خرچ کر کے سکون اور مسرت محسوس کیجیے۔ کھانا کپڑا بیوی کا حق ہے اس حق کو خوش دلی اور کشادگی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے دوڑ دھوپ کرنا شوہر کا انتہائی خوشگوار فریضہ ہے اس فریضہ کو کھلے دل انجام دینے سے نہ صرف دنیا میں خوشگوار زندگی کی نعمت حاصل ہوتی ہے بلکہ آخرت میں بھی اجر وانعام کا مستحق بنتا ہے۔

۶: بیوی کو دینی احکام اور تہذیب سکھایئے دینی تعلیم اور اسلامی اخلاق سے آراستہ کیجیے تاکہ وہ ایک اچھی بیوی، اچھی ماں اور اللہ کی نیک بندی بن سکے اللہ کا ارشاد ہے "اے ایمان والو

اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

۷: اگر کسی کی کئی بیویاں ہوں تو سب کے ساتھ برابر کا برتاؤ اور سلوک کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ بیویوں کے ساتھ برتاؤ میں برابری کا بڑا اہتمام فرماتے۔ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ اگر کسی کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا

بیوی کے آداب وفرائض

۱: نہایت خوش دلی کے ساتھ اپنے شوہر کی اطاعت کیجیے اور اس اطاعت میں مسرت اور سکون محسوس کیجیے۔ اس لیے کہ یہ خدا کا حکم ہے اور جو بندی خدا کے حکم کی تعمیل کرتی ہے وہ اپنے خدا کو خوش کرتی ہے۔ قرآن میں ہے کہ نیک بیویاں شوہر کی اطاعت کرتی ہیں۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے

''کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے، شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کی اہمیت واضح کرتے ہوئے آپ ﷺ نے عورت کو تنبیہ کی ہے دو قسم کے آدمی وہ ہیں جن کی نمازیں ان کے سروں سے اونچی نہیں اٹھتیں۔

اس غلام کی نماز جو اپنے آقا سے فرار ہو جائے اور جب تک وہ لوٹ نہ آئے۔

اس عورت کی نماز جو شوہر کی نافرمانی کرے اور جب تک شوہر کی نافرمانی سے باز نہ آجائے۔

۲: اپنی آبرو اور عفت کی حفاظت کا اہتمام کیجیے اور ان باتوں اور کاموں سے بھی دور رہیے جن سے دامنِ عصمت پر دھبہ لگنے کا اندیشہ ہو۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے ''عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے اپنی آبرو کی حفاظت کرے اپنے شوہر کی فرماں بردار رہے تو وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

۳: شوہر کی اجازت اور مرضی کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے اور نہ ہی ایسے گھروں میں جائے جہاں شوہر پسند نہ کرے اور نہ ایسے لوگوں کو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے جن کا

آنا شوہر کو ناگوار گزرے۔

۴: ہمیشہ اپنے عمل، انداز و اطوار سے شوہر کو خوش رکھنے کی کوشش کیجیے۔ کامیاب ازدواجی زندگی کا راز بھی یہی ہے اور خدا کی رضا اور جنت کے حصول کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ جس عورت نے بھی اس حالت میں انتقال کیا کہ اس کا شوہر اس سے راضی اور خوش تھا وہ جنت میں داخل ہوگی۔ ناشکر گزار اور احسان فراموش بیوی کو تنبیہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''خدا قیامت کے روز اس عورت کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھے گا جو شوہر کی ناشکر گزار رہوگی۔

۵: صفائی، سلیقہ اور آرائش و زیبائش کا پورا پورا اہتمام کیجیے۔ گھر کو صاف ستھرا رکھیے اور ہر چیز کو سلیقہ سے سجایئے اور سلیقہ سے استعمال کیجیے۔ صاف ستھرا گھر، قرینے سے سجے ہوئے صاف ستھرے کمرے گھریلو کاموں میں سلیقہ اور سگھڑ پن بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی پاکیزہ مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی پیار و محبت اور خیر و برکت سے مالا مال ہوتی ہے بلکہ ایک بیوی کے لیے اپنی عاقبت بنانے اور خدا کو خوش کرنے کا بھی یہی ذریعہ ہے۔ ایک بار بیگم عثمان بن مظعون ؓ سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپؓ نے دیکھا کہ بیگم عثمان بن مظعون نہایت سادہ کپڑوں میں ہیں۔ اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا تو حضرت عائشہؓ کو بہت تعجب ہوا اور ان سے پوچھ لیا بی بی! کیا عثمان کہیں باہر سفر پر گئے ہوئے ہیں؟ اس تعجب سے اندازہ کیجیے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہروں کے لیے بناؤ سنگھار کرنا کیسا پسندیدہ فعل ہے۔

۶: شادی کے بعد شوہر کے گھر کو اپنا گھر سمجھئے اور شوہر کے مال کو شوہر کے گھر کی رونق بڑھانے، شوہر کی عزت بنانے اور اس کے بچوں کا مستقبل سنوارنے میں حکمت اور کفایت سے خرچ کیجیے۔ شوہر کی ترقی اور خوشحالی اپنی ترقی اور خوشحالی سمجھئے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو ازدواجی زندگی کے آداب سے بہرہ مند فرمائے اور اپنے گھروں کو جنت کا نمونہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دماغ-قدرت کا نادر عطیہ

(ملک زوّار حسین)

قدرت نے ہر انسان کو دماغ کی شکل میں ایک نادر عطیہ سے نواز رکھا ہے جسے انسان جس طرح چاہے استعمال کرسکتا ہے۔دماغ ہی کی وجہ سے آپ سوچتے ہیں،خواب دیکھتے ہیں، منصوبے بناتے ہیں اوریاد رکھنے کے قابل ہوتے ہیں،آپ بات کرتے ہیں، چلتے ہیں، لکھتے ہیں،پڑھتے ہیں، دیکھتے اور سنتے ہیں،چکھتے ہیں ہنستے ہیں، روتے ہیں یہ سب دماغ ہی کا کام ہے ۔دماغ آپ کی سانس کواور دل کی حرکت کو کنٹرول کرتا ہے۔آپ کا دماغ آپ کو زندہ رکھتا ہے۔ دماغ کے برابر دنیا کی کوئی چیز اہم نہیں ہے۔اگر دماغ خراب ہوجائے اور باقی جسم کے اعضاء صحت مند بھی ہوں تو مربوط جسم و ذہن درہم برہم ہوجاتا ہے۔شعور کی گرفت ڈھیلی پڑنے سے جسمانی حرکات، ربط و توازن، اعمال کی سمت اور ان کے مقاصد سب غیر بود ہوجاتے ہیں۔ انسان کے اعلیٰ افکار ونظریات،علم اور منصوبہ بندی کا مرکز ذہن ہی ہے۔

انسانی ذہن ایک قطعہ زمین کی مانند ہے جس میں مختلف قسم کے بیج(خیالات)مختلف اوقات میں پھوٹتے اور نمو پاتے ہیں۔اُن میں سے کچھ کے اثرات تو جلد ہی ظاہر ہونا شروع ہوجاتے ہیں لیکن کچھ خیالات سال ہا سال کے بعد اپنے اثرات دکھاتے ہیں۔انسانی ذہن کی جتنی ورزش کی جائے اس میں اتنی ہی طاقت اور تناؤ آتا ہے۔عمر کے ساتھ ساتھ اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔بشرطیکہ اس کا استعمال باقاعدگی سے کیا جائے۔

اکثر سننے میں آتا ہے کہ اچھا جسم اچھے ذہن کا مالک ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اچھا ذہن ہی اچھے جسم کا مالک ہوسکتا ہے بیمار ذہن بیمار جسم اور تندرست ذہن تندرست جسم اور یہ اس لئے کہ ہمارا جسم ذہن کے تابع ہے نہ کہ ذہن جسم کے تابع ہے۔

ماہرین نے دماغ کو سمجھنے کیلئے خوب سر کھپایا ہے۔پھر بھی یہ ہمارے لئے راز بنا ہوا ہے

پچھلے چند سالوں سے سائنسدانوں نے اسکے رازوں پر سے پردہ اُٹھانا شروع کر دیا ہے۔کبھی کبھی ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی ماں باپ کے دو بچوں میں سے ایک نیک فرمانبردار تو دوسرا تشدّد پسند اور مجرمانہ رجحان والا بن جاتا ہے۔ہم میں سے کسی کو موسیقی اچھی لگتی ہے تو کسی کا رجحان تجارت کی طرف ہوتا ہے۔کوئی بچہ بچپن میں تیز اور ذہین ہونے کے باوجود جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے رکھتے زندگی کے ہر امتحان میں خود کو ناکام پاتا ہے۔ہمارے مزاج اور برتاؤ سے جڑے ہوئے ایسے ڈھیر سارے سوالات کا جواب کائنات کی اس پیچیدہ ترین شئے کی اندرونی دنیا میں چھپا ہوا ہے جسے ہم انسانی دماغ کہتے ہیں۔

دماغ ہمارے جسم کا حاکم اعلیٰ ہے۔مختلف نظاموں کے کاموں کی نگرانی اور ان میں ربط قائم کرنے کے علاوہ دماغ کے مندرجہ ذیل کام ہوتے ہیں، دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے، گرمی، سردی، بوجھ وغیرہ کے احساسات اسی میں پیدا ہوتے ہیں۔ہمارے تمام جذبات بھی دماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔غصہ، رنج، کوفت، خوشی وغیرہ جذبات کا تعیّن صرف دماغ سے ہے۔عقل، ذہن، یادداشت، غور و فکر کا مرکز بھی ہمارا دماغ ہے اور قدرت نے ہر کام کیلئے دماغ کا ایک مخصوص حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

دماغ ایک بہت پیچیدہ عضو ہے۔چونکہ یہ انسانی جسم کو کنٹرول کرنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے، اس لئے قدرت نے اسے جسم کے مضبوط ترین حصے انسانی کھوپڑی میں چاروں طرف سے سخت قسم کی ہڈیوں کے درمیان حفاظت سے رکھا ہوتا ہے۔دماغ کا اوسط وزن 1364 گرام ہوتا ہے۔جسم کا گرینڈ ماسٹر یعنی دماغ کہنے کو تو صرف چند اونس کا چھوٹا سا عضو ہے لیکن اس کے ذمہ جو کام اور فرائض ہیں وہ انتہائی حیرت انگیز ہیں۔اس دماغ نے انسان کو ستاروں سے آگے جہانوں کی تلاش میں مدد کی۔سمندروں کی گہرائیوں میں پوشیدہ رازوں کا پتہ چلایا۔زمین کی وسعتوں میں پوشیدہ خزانوں کا سراغ لگایا۔اس دماغ ہی نے سائنس کی حیرت انگیز ایجادوں اور دریافتوں کو انسان کی زندگی کے آنگن میں بکھیر دیا اور سب سے بڑھ کر اسی دماغ

نے انسان کوخودی کی پہچان دی اور اسے اسکی عظمتوں کی نوید دی۔انسان کی تمام ایجادات اس کے دماغ کے سامنے ہیچ ہیں۔یہ روح کا نازک گھر ہے۔

اس کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے آکسیجن جو ہم سانس کے ذریعے لیتے ہیں اور خوراک میں جوتوانائی ہم حاصل کرتے ہیں،ان ہر دو کا تقریباً بیس فیصد صرف دماغ ہی استعمال کرتا ہے۔بدن کا تقریباً 15 فیصد خون بھی اس کے استعمال میں ہوتا ہے۔

انسانی دماغ طاقت کا بہت بڑا گہرا خزانہ ہے، جو ہر آدمی کو پیدائشی طور پر حاصل ہے۔ وہ کسب اور کوشش کے بغیر ہر انسان کو اللہ تعالی کی طرف سے تحفہ ملا ہوا ہے۔صحتمند ٹھیک دماغ کے ہوتے ہوئے کوئی بھی شخص مفلس نہیں۔کوئی بھی شخص دوسرے سے کمزور نہیں۔خواہ ظاہری سازو سامان کے اعتبار سے وہ کتنا ہی زیادہ مفلس اور کمزور دکھائی دیتا ہو۔دماغ کی صورت میں سب سے زیادہ طاقتور مشین آپ کے پاس موجود ہے،ایسی مشین جس کے مثل کوئی دوسری چیز ساری کائنات میں کہیں موجود نہیں۔اس طاقتور مشینی خزانہ کو استعمال کیجئے،اس کے اندر چھپے ہوئے امکانات کو بروئے کارلانے کی کوشش کیجئے اور پھر آپ کو کبھی ناکامی کی شکایت نہیں ہوگی۔

دنیا میں کسی بھی شخص نے جو بھی ترقی یا کامیابی حاصل کی ہے وہ اسی دماغ کی طاقت کو استعمال کر کے حاصل کی ہے۔فطرت کی طرف سے دی ہوئی یہی عظیم طاقت آپ کے پاس بھی موجود ہے۔کامیابی کی ہر بلندی اس انتظار میں ہے کہ آپ بھی اس ذہنی طاقت کی بدولت وہاں پہنچیں اور اپنے آپ کو اس کے اوپر کھڑا کریں۔

جیسے ہماری دنیا ایک عالم کبیر ہے اس کے مقابلے میں انسان ایک عالم صغیر ہے۔ ہر زندہ انسان کے وجود میں ایک حاکم،فرمانروا بادشاہ ہوتا ہے،اس کا وزیر ہوتا ہے اور اس کے کارندے اور جاسوس ہیں۔یہ پورا نظام حکومت ہے اور بدن انسان ایک مملکت ہے۔ذہن بادشاہ فرمانروا،صدر ہے۔

بامقصد زندگی

(مولانا وحیدالدین خان)

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کیا ہے! اس کا ایک ہی جواب ہے ، اور وہ ہے: " بامقصد زندگی. "بامقصد زندگی انسانی ترقی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی ایسا کام جس میں بظاہر کوئی غرض شامل ہو اس کو اختیار کرنے سے زندگی بامقصد ہوجائے گی۔نہیں! بلکہ وہی زندگی حقیقتاً بامقصد زندگی ہے جس میں انسان اپنی اعلیٰ ترین حیثیت کو پالے،جس میں اسکی شخصیت اپنے امتیازی وصف کے ساتھ ظہور کرسکے۔

ایک جانور اپنی غذا کیلئے دوڑ رہا ہے،ایک چڑیا موسم کی تبدیلی کے وقت کسی دوسرے بہتر علاقے کی تلاش میں اُڑان کررہی ہے،ایک بھڑ مٹی کے گارے سے اپنا مکان بنانے میں مصروف ہے، ہرن کا ایک غول جنگل کے درندوں سے بچاؤ کیلئے تدابیر اختیار کررہا ہے۔ بظاہر یہ سب بامقصد عمل کی صورتیں ہیں،مگر بامقصد زندگی کا لفظ جب انسان کیلئے بولا جائے تو اس سے مُراد اس قسم کی کوئی سرگرمی نہیں ہوتی بلاشبہ انسان کو دنیا میں جو کچھ کرنا ہے اس میں سے ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے لئے کھانا، کپڑا، مکان اور دوسری ضروریات کا انتظام کرے،مگر یہ مقصدیت کی وہ سطح ہے جہاں انسان اور حیوان دونوں یکساں ہوتے ہیں۔جبکہ انسان کے اعتبار سے بامقصد زندگی صحیح معنوں میں وہ ہوگی جہاں وہ اپنے حقیقی شرف کے ساتھ نظر آرہا ہو، جب وہ مشترک حیوانیت سے آگے بڑھ کر ممتاز انسانیت کی شکل اختیار کرلے۔

دنیا میں دو طرح کی چیزیں ہیں۔جاندار اور بے جان۔ظاہر ہے کہ جاندار چیزوں کو

بے جان اشیاء پر برتری حاصل ہے۔ مگر حیات کا زیادہ اعلیٰ نمونہ حیوانات اور انسان ہیں۔ انسان کو حیوانات پر کس پہلو سے برتری حاصل ہے، اس کا جواب عرصہ سے دیا جا تا رہا ہے اور بڑے بڑے اذہان اس پر کام کرتے رہے ہیں۔ مگر موجودہ زمانہ کے علمائے حیاتیات کا ذہن جہاں آ کر ٹھہرا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کی مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ وہ تصوری فکری Conceptual (Thought) کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جبکہ دیگر حیوانات اس سے محروم ہیں۔ انسان جب سوچتا ہے تو وہ جانتا ہے کہ میں سوچ رہا ہوں۔ وہ اپنے عمل کا شعوری طور پر اپنے ذہن میں نقشہ بناتا ہے۔ وہ ارادی فکر کے ساتھ کام کرتا ہے، جبکہ دیگر حیوانات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی بہت سے ایسے کام کرتے ہیں جو انسان کرتا ہے، مگر ان کا عمل سوچے سمجھے فکر کا نتیجہ نہیں ہوتا۔ بلکہ محض جبلت کے تحت ہوتا ہے۔ ان کی خواہشیں زور کرتی ہیں۔ ان کی ضروریات ان سے تقاضہ کرتی ہیں، ان کی طبیعت انہیں اُکساتی ہے اور اس طرح خارجی اثرات اور اندورنی دباؤ کے تحت وہ کوئی کام کرنے لگتے ہیں۔

انسان کی اسی امتیازی خصوصیت میں اس بات کا جواب ہے کہ وہ کون سا کام ہے جو انسان کا اعلیٰ ترین مقصد قرار پاسکتا ہے۔ یہ مقصد وہ ہوسکتا ہے جو خواہشات کے دباؤ یا فوری ضروریات کے تقاضے کے تحت نہ بنا ہو بلکہ وہ سوچی سمجھی ہوئی ایک راہ ہو، جس میں انسان کے امتیازی وصف کی شان پائی جائے، جس میں انسانی شخصیت کا اعلیٰ ترین پہلو جگمگا رہا ہو۔ جس میں انسان اپنی بلند ترین حیثیت میں پوری طرح نمایاں ہو گیا ہو۔

یہاں پہنچ کر جب ہم قرآن پاک کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں اس سلسلہ میں ہمیں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ قرآن کریم میں انسانی زندگی کا مقصد ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے

کہ: ''اور میں نے جن اورانسان صرف اس لئے بنائے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں، میں ان سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، اللہ ہی روزی دینے والا اور زور آور، مضبوط ہے۔(سورۂ ذاریات)

ان آیات میں انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت قرار دیا گیا ہے۔ یہ مقصد ایسا ہے جس میں انسان کا امتیاز اپنی آخری شکل میں ظہور کرتا ہے۔ یہ مقصد انسان کو حیوانی سطح سے اتنا اوپر لے جاتا ہے کہ حیوانی زندگی کی کوئی آلائش اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ خدا تم سے اپنے لئے روزی نہیں مانگتا بلکہ وہ خود تمہاری روزی کا ذمہ دار ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت زندگی کا ایسا مقصد ہے جو محض اندرونی خواہشات کے زور یا خارجی اثرات کے دباؤ سے نہیں بن جاتا۔ بلکہ وہ خالص فکر کے تحت وجود میں آتا ہے۔ آدمی اپنی ذات اور اپنے ماحول سے بلند ہو کر سوچتا ہے جبھی وہ سمجھ سکتا ہے کہ کوئی بالاتر مقصد ہے جس کو اسے اپنی زندگی کا مرکز ومحور بنانا چاہیے۔

اس مقصد کیلئے متحرک کرنے والی چیز یہ نہیں ہے کہ اپنی یا دوسرے کی مادّی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ اس میں نہ عابد کی اپنی خواہشات کی تکمیل رہنما ہوتی ہے اور نہ معبود کی خواہشات کی تکمیل۔ بلکہ یہ مقصد ان سب سے بلندتر ایک نشان آدمی کو دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا نشان ہے جو نہ اندرونی تقاضے کے تحت وجود میں آتا اور نہ بیرونی دباؤ کے تحت۔ بلکہ وہ خالصتاً تصوری فکر کے تحت بنتا ہے۔

جب ایک شخص کاروبار کرتا ہے، اور معیار زندگی بڑھانے میں اپنی قوتیں لگا دیتا ہے، عمدہ سواری، عمدہ مکان، عمدہ لباس اور عمدہ دستر خوان کا اہتمام کرتا ہے یہ بظاہر تو ایک مقصد میں

لگا ہوا ہے مگر ایسی زندگی کو بامقصد زندگی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انسان کی امتیازی حیثیت اس طرح کے کسی مقصد میں پوری طرح نمایاں نہیں ہوتی۔ بظاہر اس طرح کی زندگی میں بھی آپ کا ارادی فکر کام کرتا ہے لیکن گہرائی کے ساتھ دیکھئے تو اس راہ میں جس چیز نے آپ کو ڈالا ہے وہ اپنے آخری تجزیے میں وہی داعیہ ہے جو ایک حیوان کو مختلف شکلوں میں متحرک کرتا ہے۔ یعنی خواہشات کا زور، ضروریات کا دباؤ، اندرونی تقاضوں کی تکمیل کا احساس۔ حقیقتاً اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں جو آپ کی معاشی زندگی میں آپ کی رہنمائی کر رہی ہو۔

انسان کا اعلیٰ ترین شرف کوئی ایسا مقصد ہی ہوسکتا ہے جو خالص غور و فکر کے نتیجے میں وجود میں آیا ہو۔ جو اندرونی خواہشوں اور ماحول کے دباؤ کے نتیجہ میں وقوع پذیر نہ ہوا ہو۔ یہ مقصد ''اللہ کی رضا جوئی'' کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ جب آدمی اللہ کی رضا کو اپنا مقصد بناتا ہے تو یہاں اس کے انسانی اوصاف پوری طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ یہ تمام چیزوں سے بلند تر مقصد ہے، جس میں کوئی حیوان مصروف ہے۔ اس مقصد کو اختیار کر کے انسان فی الواقع تمام حیوانات سے مختلف ہو جاتا ہے یہ انسانی شرف کی آخری انتہا ہے۔

زندگی کا مقصد، ایک لفظ میں، زندگی کو بامعنی بنانے کی کوشش ہے۔ زندگی کو بامعنی، بامقصد بنانے کا منصوبہ ہمیشہ اس فرد کے اعتبار سے متعین ہوتا ہے جس کی زندگی کو بامعنی بنانا مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا عابد بننا اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف کرنا ہے، اور اپنی حیثیت واقعی کا اعتراف ہی انسان کا سب سے بڑا مقصد ہے۔

بزرگوں سے اصلاحی تعلق قائم کیجیے

(مولانا تنظیم عالم قاسمی)

تزکیۂ قلب دل کی پاکی کو کہا جاتا ہے یعنی انسان کے دل و دماغ کو بے حیائی اور دنیوی آلائشوں سے پاک کرکے اس میں خوفِ آخرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے، عام طور پر انسانی نفوس کا رجحان ان چیزوں کی طرف ہوتا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں، جن میں نفس کو لطف اور مزہ آتا ہے، ان رجحانات کو موڑ کر نفس کو رشد وہدایت اور خیر پر لگانے کی محنتوں کو تصوّف وسلوک اور تزکیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں تزکیہ کی بڑی اہمیت ہے، اس لئے کہ اگر انسان کا دل پاک ہوجائے، سوچ وفکر قرآنی اصول کے سانچے میں ڈھل جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ معاشرہ صالح اور نیک نہ ہو، زنا کاری، شراب نوشی، ظلم و زیادتی، چوری، ڈاکہ زنی اور ہزار طرح کے جرائم اس لئے وجود میں آتے ہیں کہ دل میں اللہ کا خوف ہے اور نہ آخرت پر یقین۔ اللہ کی قدرت اور وجود کا تصور بلاشبہ بڑے بڑے گناہ کے عادی انسان کے ہاتھوں غیر مرئی ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں لگا دیتا ہے، پھر وہ اس طرح سنور جاتا ہے کہ رات کے سناٹے میں بھی اس کا ذہن کسی برائی کی طرف نہیں جاتا، دولت کے خزانے میں بھی رہ کر دل میں خیانت کا تصور نہیں آتا۔ بے حیائی کے تمام اسباب و وسائل موجود ہوں، پھر بھی طبیعت اس پر آمادہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تزکیۂ قلب پر بڑا زور دیا ہے۔ سورۂ الاعلیٰ آیت ۱۴ میں ارشاد فرمایا گیا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىۙ ○ ”تحقیق کہ وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنا تزکیہ کیا۔“ یہی مفہوم سورۂ الشمس آیت ۹ میں ان کلمات میں بیان کیا گیا: قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّاهَا۔ ترجمہ ”بلاشبہ وہ آدمی کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کو سنوارا اور ناکام ہوا وہ شخص جس نے اس کو خاک میں ملایا یعنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی۔“ ان دونوں آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کامیابی اور فوز و فلاح

تزکیۂ قلب کے ساتھ مربوط ہے، دل اگر پاکیزہ ہے تو اُخروی نعمتیں استقبال کریں گی، دنیا میں سکون و اطمینان، عزت اور بلند مقام تو حاصل ہوگا اسی کے ساتھ جنت کی ابدی راحت رساں چیزیں سامنے حاضر ہونگی، وہ جب اور جس طرح چاہے گا، کھائے گا اور مزے لے گا اور اللہ کی رضا اس کو مکمل طور پر حاصل ہوگی۔

عرب قوم جس کے درمیان رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی، پلے بڑھے اور جوان ہوئے یقیناً وہ ایک جنگجو قوم تھی، تہذیب و تمدن سے نابلد، برائیوں کے خوگر، معرفت الٰہی سے کوسوں دور اور طبیعت کے اعتبار سے انتہائی سخت اُجڈ اور گنوار تھی، نبی اکرم ﷺ کی نظر کرم نے ان کو ایسا بدلا کہ ساری دنیا کے لئے وہ ہدایت کے چراغ بن گئے، جو پہلے گنوار تھے مہذب بن گئے، مشرک تھے موحد ہوگئے، سخت تھے، نرم ہوگئے، جو پہلے بے حیثیت تھے وہ دنیا کے امام بن گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو صدیقیت کا مقام نہ ملتا اگر رسول اکرم ﷺ کی معیت نصیب نہ ہوتی، حضرت عمر فاروقؓ کو فاروق، حضرت عثمانؓ کو غنی اور ذوالنورین (دو روشنی والے) اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو شیر خدا کا خطاب اور اعزاز رسول رحمت ﷺ کی صحبت اور محبت کا اثر ہے، حضرت بلال حبشیؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ عرب کے باہر سے تشریف لائے، کوئی تعارف اور شناسائی نہیں، پہلے غلام تھے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور صحبت نے انہیں وہ مقام عطا کیا کہ تمام مسلمانوں کے وہ چہیتے اور سردار بن گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، اور پھر اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی مجالس اور صحبت میں وہ تاثیر پائی جاتی ہے جس سے سخت سے سخت انسان کا دل بھی موم بن جاتا ہے، اللہ کا خوف اور آخرت کی تڑپ پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے اندر تکبر، حسد، بغض، حبّ دنیا ہے اور آخرت سے بے فکری ہے، گناہوں سے دلچسپی ہے، اس طرح کے تمام گندے اوصاف شیطانوں کے مکروفریب اور ان کے بہکاوے سے پیدا ہوتے ہیں۔ صلحاء اور بزرگان دین مدتوں ریاضت سے جن کے نفوس منجھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ شیطان کے مکروفریب کو خوب جانتے ہیں

ان بزرگوں کی جوصحبت اختیار کرتا ہے اوران کے توسط سے جو ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہے، یہ نفوس قدسیہ ان کو شیطان اور نفس سے بچنے کی تدبیریں بتاتے ہیں، اگر ان کی ہدایات پر عمل کیا جائے تو بہت جلد نفس کے عیوب اور رذائل کا ازالہ ہو جاتا ہے اوران کے فیض صحبت سے انسان اخلاقِ فاضلہ،معرفت الٰہی ،خوف خدا، آخرت کی طرف رغبت کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ پھر وہ کہیں بھی رہے اللہ کی گرفت کا خوف ،تقویٰ کا احساس ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔

تصوف وسلوک اور تزکیہٗ قلب دونوں ایک چیز ہیں۔جب دل پاک ہوگا تو خودبخود اللہ تعالیٰ کی طرف میلان بڑھے گا، اللہ تعالیٰ سے قُرب دل کی صالحیت پر موقوف ہے۔مشائخ نے جو اصلاح نفس کیلئے جو تدبیریں اور طریقے تجویز کیے ہیں، یہ مقاصد نہیں وسائل ہیں، اہل اللہ کی صحبت اور نظروں میں رہ کر آدمی کامل انسان بنتا ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے جو شریعت میں مطلوب ومقصود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ پہلے کے مقابلے میں آج مصروفیات بڑھتی جارہی ہیں، لوگوں کو اتنی فرصت نہیں کہ از خود تصوف وسلوک کی کٹھن راہ پر چل کر کامیابی حاصل کریں، یہ ناممکن تو نہیں مشکل ضرور ہے،اس لئے بہتر ہے اہل دل، اہلِ نظر اولیاء اللہ سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے،ان کی رہنمائی اور قرآن وسنت کی روشنی میں دیئے گئے خطوط پر عمل آوری سے ایک سالک بہت جلد اس راہ سلوک کی مسافت کو طے کرسکتا ہے۔جب بھی وقت ملے فرصت پا کر بزرگان دین کی مجالس سے استفادہ کرنا چاہیے۔اللہ کے ولی کا اللہ سے بڑا قُرب ہوتا ہے،ان کے مجاہدوں و ریاضت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبت اور نظروں میں تاثیر رکھی ہے جو محض مطالعہ،وعظ وتقریر، مال زر یا شخصی محنت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

آج لوگ اللہ والوں کی مجلس سے بھاگتے ہیں،ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ و عصیان کا ماحول ہے،گردو پیش سے عام انسان تو عام انسان ''ولی اللہ'' بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ اور

صحابہ کرامؓ کا عادو ثمود کی بستی سے جب گزر رہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے منہ چھپا لیا اور صحابہؓ کو جلدی سے گزر جانے کیلئے فرمایا۔

برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور صحبت کے اچھے اثرات پڑیں گے۔ درحقیقت انسان جس طرح کی صحبت اختیار کرتا ہے، مزاج، طبیعت، رجحان ویسے ہی بن جاتے ہیں، بزرگوں کی صحبت میں اگر کوئی مکمل بزرگی اختیار نہ بھی کرے، پھر بھی کچھ دیر کیلئے آخرت کی فکر پیدا ہوگی، اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی و ندامت محسوس ہوگی اور دل میں تقویٰ پیدا ہوگا۔ بزرگوں کی نگاہوں میں وہ کیمیائی اثر ہے جو بہت جلد انسان کو متاثر کرتا ہے، گناہ گار اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور نیکوکار کی رفتارِ عمل دو چند ہوجاتی ہے۔ اہل اللہ کی صحبت میں برکت ہوتی ہے اوران کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی ہے۔ ان کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نفس اور شیطان سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے نفسانی اور شیطانی مکروفریب سے انسان خوب واقف ہوجاتا ہے اور بچنے کی تدابیر اچھی طرح کر لیتا ہے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا کہ دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں، غیرمرئی طور پر اللہ والوں کے قلوب کی ایمانی طاقت ان کے ہمنشینوں پر اثر کرتی ہے۔ اوران کے طاقتور یقین کا نوران کے ہمنشینوں کے ضعیف اور کمزور یقین کو توانائی بخشتا اور نورانی بناتا رہتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہہ کر اس مسئلہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اب ویسے بزرگ کہاں جو پہلے تھے، چاہنے کے باوجود بھی اولیاء اللہ کی صحبت آج میسر نہیں، یہ سوچ سراسر شیطانی، دھوکہ ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اولیاء اللہ اور صلحاء ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ سورۂ توبہ آیت ۱۱۹ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ ڈرتے رہیں اور تقویٰ اختیار کریں اور صدیقین کی صحبت اختیار کریں، اگر سچے لوگ ہر زمانے میں پیدا نہ کیے جائیں تو یہ ایسا حکم جس کی تکمیل پر انسان قادر نہیں، اور ایسا حکم کامل حکیم کی طرف سے نہیں دیا جاسکتا، اس لئے معلوم ہوا کہ صدیقین، اولیاء اللہ کا وجود ہر زمانے میں رہے گا، ان کو ڈھونڈنا اور

سچی تڑپ کے ذریعہ ان تک پہنچنا ہماری ذمہ داری ہے۔مولانا رومؒ نے فرمایا کہ لیلیٰ کا جب انتقال ہوا تو مجنوں کو خبر نہیں ہوئی تھی، بعد میں قبرستان پہنچا تو ہر قبر کی مٹی سونگھتا پھر رہا تھا۔ لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھتے ہی وہ دیوانہ وار کہنے لگا۔''یہی ہے، یہی ہے۔''عشق ومحبت کی بنیاد پر مٹی کی بو سونگھ کر اس نے لیلیٰ کی قبر کا پتہ لگالیا۔اسی طرح اگر کسی کو سچی پیاس اور تلاش ہو تو اللہ والوں کے جسموں سے روحانی خوشبو سونگھ کر اللہ والوں کو پہچانا جاسکتا ہے۔ہاں اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ زمانہ کے انحطاط کے ساتھ ولایت میں بھی انحطاط پیدا ہوا ہے، قحط الرجال کا دور ہے۔ پہلے طالبین کامل تھے تو اولیاء اللہ جنید بغدادیؒ اور حسن بصریؒ کی شخصیات پیدا ہوئیں۔جب طلب صادق میں کمی آئی تو ولایت کا درجہ بھی کم ہوا۔وہ صلحاء جن کی صحبت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت، آخرت کی فکر پیدا ہو، دنیا کی محبت کم ہونے لگے اور اعمال واخلاق درست ہونے لگیں، اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اللہ والا ہے۔اس کی صحبت سے ضرور فائدہ ہوگا۔ایسے لوگوں کی آج بھی کمی نہیں۔اولیاء کی پہچان یہ ہے کہ وہ سنت رسول اللہ ﷺ کے عاشق ہونگے۔کسی کرامت کا ظہور بزرگی کیلئے لازم نہیں۔فرائض وواجبات کے ساتھ مکمل طور سنت کی پابندی ولایت کو جانچنے کیلئے کافی ہے۔بہرحال ولی کامل ہو تو ان کی صحبت اور نظر کرم فائدے سے خالی نہیں۔کاش! مسلمان دنیا داروں سے اپنی نگاہ او رتوجہ کو پھیر کر اہل اللہ کی طرف مرکوز کردیں اور ان کی صحبت اختیار کریں اور ان سے اصلاحی تعلق پیدا کریں۔اس کے بغیر اصلاح ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

محبت کی تکمیل

(عبدالرشید ساھی)

؎ محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے

انسان نے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی امانت اٹھائی ۔اللہ تعالیٰ انسان سے بے پناہ محبت کرتا ہے اور اسی محبت کی بناء پر اسے ان گنت نعمتیں عطا کر رکھی ہیں ۔انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہی بہت بڑا اعزاز ہے کہ یہ مسجودِ ملائکہ ہے، احسن تقویم ہے اور ربّ کریم کی تخلیق کا بہترین شاہکار ہے ۔اللہ تعالیٰ کا دین ایک مکمل نظام حیات ہے جس کی روح، اللہ اور رسول ﷺ اور بنی نوع انسان سے اور حیات آخرت کی محبت ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَلْحُبُ اَساسِ دِیْنِیْ'' یعنی محبت میرے دین کی اساس و بنیاد ہے ۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

؎ علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

یعنی علم حقائق کا منبع شریعت الٰہیہ ہے اور حضور اکرم ﷺ کی سنت یعنی حیات طیبہ میں محبت کے سوا کچھ ہے ہی نہیں ۔آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور آپ ﷺ کے طریقہ پر چلنے سے فرد اور معاشرہ دونوں سراپا محبت بن کر اس مقام پر فائز ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا محبوب بنا لیتا ہے طالبان محبت کو ان کی منزل مقصود تک پہنچانے کی خاطر ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے میرے محبوب آپ ﷺ واشگاف الفاظ میں بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیجیے:

''آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تمہیں اللہ کی محبت مطلوب ہے تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

؎ محمد ﷺ کی غلامی دین حق کی شرط اوّل ہے اگر ہو اس میں خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

دین اسلام میں داخلے کا مطلب ہی اللہ تعالیٰ کو اپنا مقصود و مطلوب و محبوب بنا لینا ہے۔

محبت تو ہمیشہ قربانی مانگتی ہے اور اس لیے سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۱ میں ارشاد ربانی ہے

''اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال و دولت جنت کے بدلے خرید لیے ہیں''

محبت کی راہ میں خود کو کمال تک پہنچانے کے لیے ہی رسول اللہ کے اتباع کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

نبی مکرم و محترم کی پیروی کا نام ہی دین اسلام ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہی کاروان عشق و محبت کے سالار ہیں۔ دوسری طرف شیطان ہے جو اپنے مکر و فریب کے ذریعہ سے انسانوں کو نماز اور اللہ کے ذکر سے روکتا ہے۔ انسانوں کے اندر تفرقے پیدا کر کے ان کے درمیان دشمنی اور بیر ڈالنا چاہتا ہے۔ انہیں فاقوں سے ڈرا کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے اور انہیں مادی لذات کا شیدا بنا کر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے مشن میں ناکام کرانا چاہتا ہے جو انسان شیطان کے جال میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھول جاتے ہیں وہ میثاق ازل کو توڑنے کا صریحاً جرم کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جو اللہ کے اقرار کو پکا کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہی اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

انسان کی اصل کامیابی عالم ارواح میں کیے ہوئے عہد و پیمان کی پابندی پر منحصر ہے اس جہاں میں زندگی کا لمحہ لمحہ انسان کی آزمائش کرتا ہے کہ وہ اپنا سرمایہ محبت کہاں صرف کر رہا ہے۔ عالم ارواح میں تمام روحوں نے اقرار کیا ہے کہ آپ ہمارے ربّ ہیں اب یہاں آ کر ہم نے اور بہت سے ربّ بنا لیے ہیں۔ ہوا و ہوس اور طمع کے ربّ ہماری عاقبت تباہ کر رہے ہیں۔ انسان یہاں اپنے ربّ کی پوجا نہیں کر رہا بلکہ اپنے نفس کی پوجا کر رہا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

دنیا میں خرابی نہیں ہے کیونکہ انسان کو پیدا ہی دنیا کی خلافت کے لیے کیا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے ناامیدی   مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے "سب خرابیوں کا منبع اور جڑ دنیا کی محبت ہے" دنیا کی ساری زندگی محبت کی امتحان گاہ ہے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت کی محبت کے مقابلے میں دنیا اور اس کی زینت سے پیار کرنا ہی اصل جرم ہے ۔ایک طرف رحمٰن کا ضابطہ حیات قرآن اور نبی اکرم کا فرمان ہے جو کہ ہر لحاظ سے انسانی بہتری اور بھلائی کا ضامن ہے دوسری طرف شیطانی پھیلائے ہوئے نفسانی خواہشوں کے جال ہیں جو بنی آدم کی ناکامی اور رسوائی کا سامان ہیں قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے

"سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جاؤ"

یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک قدم رحمٰن کی طرف اور دوسرا شیطان کی طرف ۔یہ سراسر خود فریبی ہے اور دھوکے کا سودا ہے ۔وہ مالک ارض و سماء جو کہ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے سارے معاملات کو بخوبی دیکھ رہا ہے غلامی رسول ﷺ کے نعرے لگانے سے بات نہیں بنے گی ۔علامہ فرماتے ہیں۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی   یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے" آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو تم پسند کرتے ہو، اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا"۔میاں محمد صاحب آف کھڑی شریف فرماتے ہیں:

تو بیلی تے سب جگ بیلی، ان بیلی وی بیلی
سجناں باجھ محمد بخشا سنجی دسے حویلی

مسلمان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمانا چاہیں اور ساری دنیا آپ کی مخالف ہو جائے تو آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے مقدر

میں کوئی تکلیف لکھی ہے اور ساری دنیا آپ کی مدد کرنا چاہے تو کوئی ایسا نہیں جو آپ کی تکلیف کو ٹال سکے اللہ والوں کا عقیدہ تو یہ ہوتا ہے۔ میاں محمد بخش صاحب اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

جنہاں دکھاں وچ دلبر راضی تے سکھ اوناں تو وارے

دکھ قبول محمد بخشا راضی رہن پیارے

سورۃ المزمل آیت نمبر ۱۹ ارشاد ربانی ہے: ”یہ کلام الٰہی تو یاد دہانی ہے جو چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے“۔

اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یعنی آقا و مالک مان لینے پر ہی انسان کی کامیابی کا دارو مدار ہے۔ ایمان لا چکنے کے بعد مومن کے لیے اشد ضروری ہے کہ عہد الست اس کے شعور میں ہر دم تازہ رہے۔ پانچ وقت کی نماز اسی لیے فرض کی گئی ہے اس اہم ترین رکن اسلام کے قیام اور رکوع و سجود میں بار بار اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ہی اقرار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اس پر قائم رہنا ہی حقیقی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ارشاد ربانی ہے ”جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے تو ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے یہی اہل جنت ہیں کہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے“۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی میں داخل ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی ذات کی محبت اس کا مرکز بن جاتی ہے اور باقی زمانہ کی ساری محبتیں اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کی نسبت سے ہوتی ہیں تو پھر اللہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے زبان بن جاتا ہے اور پھر مومن خدا کی بصیرت سے دیکھتا ہے پھر بندہ مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

اور میاں محمد بخش صاحبؒ اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

جے رب دل دیاں اکھاں دیوے اتے ہووے فضل حضوری

عاشق تائیں نظری آوے کیا نیڑے کیا دوریں

اصلاحِ معاشرہ کے لئے انبیاء کی ضرورت

(ڈاکٹر شمس الحق)

انسان کی تخلیق میں دو چیزوں کی ترکیب پائی گئی تھی ایک مادّیت اور دوسری روحانیت جب انسانی ہیولی تیار ہو گیا تھا تو پھر اللہ نے اپنی روح سے اس احسن تخلیق کو تقویت بخشی اور یہی اس کی حیات کا باعث بنا دی گئی ۔اب اس کی تربیت کیلئے بھی اللہ نے انتظام فرمایا ۔جو حصہ مادّیت پر مشتمل تھا اس کے لئے مادّی خوراک جو کہ بالمثل تھی ،تجویز کی گئی اور جو حصہ روحانیت پر مشتمل تھا اس کے لئے بھی غذا کی ضرورت تھی اور اصول بالمثل کے مطابق روحانیت کیلئے غذا بھی روحانی ہونا چاہئے ۔

چونکہ انسان کی روحانیت کا مبداء منجانب اللہ براہ راست تھا ۔لہٰذا اس کیلئے موزوں تربیت کا ذریعہ بھی منجانب اللہ ہونا چاہئے کیونکہ اس مرکب انسان میں اندر سے جو صلاحیتیں نمودار ہوتی ہیں ۔مثلاً عقل ،وجدان یا تمام انسانوں کے اجتماعی غور وفکر کے نتائج اتنے صوابدیدی نہیں ہوسکتے جو کہ براہ راست اس روحانیت کی تربیت کا یقینی ذریعہ بن سکیں ۔اس مقصد کے لئے تو ایسے اسباب ہوں جو کہ براہ راست اسی بنیادی مبداء کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں تو لامحالہ اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ایک ایسی طاقتور شخصیت کی ضرورت ہے جس کی صلاحیتیں بدرجہ اتم اس کے اندر موجود ہوں جو کسی قسم کے شک وشبہ کا شکار نہ ہو ۔ان کی شخصیت پر کسی جانب سے انگشت نمائی کامیاب نہ ہوسکتی ہو بلکہ وہ شخصیت حقیقت میں ہر قسم کی خطاء سے محفوظ بھی ہو ،یہ تمام صفات اور خوبیاں اگر ہوسکتی ہیں تو وہ انبیاء اور رسولوں کی شخصیات ہیں ۔انبیاء کرام کی صلاحیتیں ہی اس منصب کیلئے موزوں ہوسکتی ہیں ۔

معاشرے کی اصلاح کا کام نہایت کٹھن کام ہوتا ہے اور جو کام بھی جتنا اہم ہوگا اس کی اصلاح کیلئے بھی نہایت اہم اور ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک انتظام کرنے کی ضرورت ہوگی چنانچہ اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے انبیاء کرام کی ضرورت تھی اور پھر یہ نہایت اہم اور ذمہ دارانہ کام جس ذات سے لیا جائے اس کی شان کیسی ہو ایک خوبی تو یہ ہونی چاہئے کہ جن لوگوں کی اصلاح کرنی مقصود ہو وہ شخصیت انہی میں سے ہو، اگر اصلاح کا پروگرام فرشتوں میں کرانا ہو تو لازماً وہ شخصیت فرشتوں میں سے ہوگی اور اگر جنات کی ضروریات پوری کرنی ہوں تو پھر کسی جن کو یہ فرض سونپا جائے گا۔ چونکہ اصلاح نوع انسانیت کی مطلوب تھی اس لئے کسی نہایت کامل اور مکمل انسان کو منتخب کرنا پڑا۔

دوسری خوبی یہ ہونی چاہئے کہ اس شخصیت نے اپنی یہ جداگانہ حیثیت کسی انسانی جدوجہد کے ذریعہ حاصل نہ کی ہو بلکہ براہ راست ذات باری تعالیٰ کی عنایت سے اس کی شخصیت میں ودیعت کی گئی ہو۔ تیسری خوبی یہ ہونی چاہئے کہ اصلاح کا پروگرام منجانب اللہ تجویز کیا گیا ہو اس کی ذات کا یا اس کے خیال کا تو شائبہ تک اس میں نہ ہو۔ چوتھی صفت یہ ہو کہ اس شخصیت کو اپنے نفس اور اخلاق پر پوری پوری گرفت ہو چونکہ ان کی ذات بھی نوع انسانی میں سے ہوتی ہے بشری غلطیوں اور اخلاقی کمزوری سے بچنے کی پوری استعداد ہو، وہ کوئی ارادہ اور فعل اپنے ذاتی خیالات کے نتیجہ میں نہ کریں بلکہ صرف وحی منجانب اللہ کے مطابق اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھیں ۔اس کیفیت کو اصطلاحی معنوں میں عصمت انبیاء کی صفت قرار دیا جاتا ہے یہ صفت صرف انبیاء کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے ۔کیونکہ انبیاء کو احکام الٰہی کی کامل اطاعت کا اعلیٰ ترین نمونہ بنا کر بھیجا جاتا ہے۔ان احکام الٰہی میں کمی بیشی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی ان صفات کے کامل ہوتے ہوئے اس شخصیت کو لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو اس طرح پیش کرنا کہ میں بھی تمہاری ہی طرح

انسان ہوں البتہ میرے اندر خوبیاں موجود ہیں یا جو کچھ بھی میرے پاس ہے وہ میرے خالق کا ہے وہی مجھے ہدایات دیتا ہے میں وہی کچھ آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں ۔میرے ذاتی خیالات یا سوچ ہوتی تو وہ تم لوگ بھی سوچ سکتے تھے تم بھی انسان صاحبِ فکر لوگ ہو مگر یہ استطاعت تم میں سے کسی میں موجود نہیں ،اگر ہے تو پیش کر دو ۔عام انسانوں کی یہ بے بسی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جو کچھ انبیاء کرام پیش کرتے تھے وہ صرف احکامات الٰہی تھے ۔ان میں کسی انسان کی جدت طبع کا دخل نہیں ہونا تھا اور نہ ہی ہونا چاہئے جب انسانوں کی عقل ،وجدان وغیرہ بعض اہم مسائل دنیاوی حل نہیں کر سکتے تو انسان کی زندگی کا دوسرا حصہ جس کو اخروی زندگی کہتے ہیں ان میں درپیش مسائل کا حل کیسے کر سکتے ہیں ۔چونکہ اس زندگی کے حالات کا براہ راست کسی انسان کو علم نہیں ۔اُس زندگی سے روشناس کرانے کے لئے ہدایت اور راہنمائی کی ضرورت ہے اسلئے انبیاء کرام اور رسولوں کا آنا ضروری تھا اور جو کچھ بذریعہ وحی انبیاء کرام اپنی امتوں کو معلومات مہیا کرتے ہیں ان پر بھی یقین کرنا ایمان کا حصہ ہے ۔

اس مادّی دنیا میں انسانی جسم کے مادّی تقاضے تو پورے ہوتے رہتے ہیں مثلاً روشنی ،ہوا ،پانی ،دن ،رات ،اور دکھ ،سکھ ہر ایک عملی صورت میں دیکھے جاتے ہیں مگر اس کے بعض اخلاقی تقاضے ایسے بھی ہوتے ہیں ، جن کے نتائج سامنے نہیں آتے حالانکہ ان کے بھی اثرات ہوتے ہیں ان کا بھی ردِ عمل ہوتا ہے جو ہم نہیں دیکھ سکتے عقل کا تقاضا ہے کہ ان اخلاقی امور کے اثرات بھی دیکھنے چاہئے تو پھر اس مقصد کو پورا کرنے کی خاطر ہی دوسری زندگی جو کہ مرنے کے بعد ہی شروع ہوگی اس زندگی میں اس ردِ عمل کا اثر مرتب ہونا چاہئے ۔یہ ایک عقلی مسئلہ ہے اس کو سائنسی اصولوں کے ذریعے حل نہیں کیا جاسکتا اور پھر سائنسی اصول بھی دیر پا نہیں ہوتے وہ بھی حالات کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں سائنسی علوم اس مسئلہ کو حل کرنے میں ناکام ہیں

شائد آئندہ کسی دور میں کوئی ایسا کلیہ دریافت ہو جائے ۔

سائنس نے یہ اصول تو تسلیم کرلیا کہ ہر موجود چیز کا عکس اس فضاء میں موجود ہوتا ہے اس حد تک کہ بولے ہوئے الفاظ بھی سائنسی اصولوں کے مطابق منعکس ہو کر سامنے لائے جا سکتے ہیں ۔اس دنیا میں بعض اعمال کا ردِعمل ظاہر نہیں ہوتا مگر عکس تو ان کا موجود ہو جاتا ہے اس عکس کو دیکھنے کے لئے دوسری زندگی جو بعد از مرگ شروع ہوتی ہے کا ہونا فطرت کا تقاضا ہے ۔ اسی زندگی کے متعلق معلومات انبیاء کرام کے ذریعہ ہم تک پہنچتی ہیں اور پھر ان کو اصلی شکل میں دیکھنا دوسری زندگی میں ممکن ہوگا اس قسم کی معلومات بذریعہ وحی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی اُمتوں کو مہیا کرتے تھے اُمت اسلامیہ جو کہ آخری اُمت ہے، اس تک دعوت توحید پہنچانے کا فریضہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ جو کہ خاتم النبیین کی حیثیت میں تشریف لائے ۔اسکے بعد نہ تو کوئی دوسری اُمت ہوگی اور اس کی ہدایت کیلئے نہ کسی نبی او ررسول کی ضرورت ہے ۔جیسے یہ آخری اُمت ہے اسی طرح اس کی راہنمائی اور روحانی ہدایات کیلئے حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور رسول کی حیثیت سے بھیجے گئے تھے انہی کی وجہ سے دین الٰہی کی تکمیل ہو چکی ۔دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جب تک اس دنیا میں انسانوں کا وجود ہے اور رہے گا ان کی ہدایات اور راہنمائی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات مہیا کر دیا گیا ہے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرما دیا تھا کہ میں تمہاری ہدایت کیلئے دو چیزیں چھوڑ کر اپنے رفیق اعلیٰ کی طرف جا رہا ہوں، ایک قرآن جس کا ایک ایک لفظ اور حرکات وسکنات آج تک اسی حالت میں موجود ہیں ۔دوسری چیز میری سنت (حدیث) جس کو اُمت کی راہنمائی کیلئے صحابہ کرامؓ نے اپنی اصلی حالت میں محفوظ کرلیا تھا اور ان احادیث کی تصدیق بھی ہر ممکن طریقہ سے ہو چکی ہے اور موجود ہے ۔حضور اکرم ﷺ نے اپنے دور کے فسادات کو ختم کرانے کے لئے جو پروگرام خالق کائنات کی طرف سے بذریعہ وحی بھیجا تھا

اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے جتنی محنت اور جدوجہد ہو سکتی تھی۔صحابہ کرام نے وہ نہایت ثابت قدمی اور خلوص سے انجام تک پہنچانے کی کوشش کی۔

جو پروگرام اصلاح معاشرہ کیلئے بذریعہ وحی حضور اکرم ﷺ کو دیا گیا تھا اس کو صراط مستقیم کے نام سے قدرت نے موسوم کیا اور اسی کی تعلیم اپنے انقلابی گروپ صحابہ کرامؓ کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی۔جب کسی انقلابی شخصیت کے ذہن میں ایک بات یقینی طور پر بیٹھ جاتی ہے تو وہ پھر سب سے پہلے اس انقلاب سے اپنے آپ کو مزین کرتا ہے یہ ایک ایسی صورت بن جاتی ہے کہ اس انقلابی عہد کے خلاف اس کا دل و دماغ کبھی ساتھ دینے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ ایک قسم کا اس کے معمولات زندگی کیلئے نگران بن جاتا ہے اس کا چلنا ،پھرنا ،کھانا ،پینا ،جاگنا ،سونا غرضیکہ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جو اس انقلابی عہد کے خلاف ہو یعنی سورۃ عصر کی پوری تشریح کا نقش بن کر زندگی گزارتا ہے اور یہی ایک ایسا عہد ہے جس سے ایک فساد زدہ معاشرہ پاک وصاف ہو کر امن کا گہوارہ بن جاتا ہے صراط مستقیم کی پوری تفصیل قرآن حکیم میں بیان کر دی گئی ہے مگر اس تمام پروگرام کو اجمالاً سورۃ فاتحہ میں درج کر دیا گیا ہے ایک انقلابی کے لئے چند آیات میں پورا قرآن جمع کر دیا گیا۔اس سورۃ فاتحہ کی ہر آیت وسیع مفہوم کی حامل ہے صرف اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے اسی صراط مستقیم پر عمل درآمد کرتے ہوئے اسلام کو دوسرے مذاہب پر برتری حاصل ہوئی ہے۔

مرکز کی ڈائری

(ماجد محمود توحیدی)

2فروری2016: کوجرانوالہ سے بھائی محمد ریاض، محمد طالب، گجو چک سے محمد عثمان چیمہ، اور محمد اصغر چٹھہ بابا جان سے شرف ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ محمد اصغر چٹھہ صاحب نے مرکز پر زیرِ تعمیر ہال کیلئے تعمیراتی سامان کی فراہمی کا جائزہ لیا کیونکہ تعمیراتی سامان کی فراہمی محمد اصغر چٹھہ صاحب نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔

3فروری2016: ہر ماہ کے پہلے بدھ کو مرکز تعمیر ملت پر حلقہ ذکر کی محفل کا انعقاد ہوتا ہے۔ حلقہ ذکر میں شمولیت کے لیے مضافات کے حلقہ جات، ڈی سی کالونی سے عبدالقیوم ہاشمی، گکھڑ سے محمد عثمان، گوجرانوالہ سے محمد شفیق، احمد رضا خان محمد ریاض، شیخ محمد اکرم، حافظ محمد عامر اور محمد اقبال تشریف لائے۔

4فروری2016: بروز جمعرات مرکز تعمیر ملت سے ملحقہ ہال پر لینٹر ڈالا گیا۔ راہوالی سے محمد اصغر چٹھہ، محمد عثمان چیمہ، گکھڑ سے محمد عثمان، ڈی سی کالونی سے عبدالقیوم ہاشمی، گوجرانوالہ سے محمد ریاض، احمد رضا خان، ڈسکہ سے عبدالرشید ساہی تشریف لائے۔

محترم محمد اصغر چٹھہ، اور محمد ریاض (خادم حلقہ گوجرانوالہ) نے اپنی نگرانی میں کام کرایا اور ان دونوں صاحبان نے بڑی باریک بینی سے تمام امور کی نگرانی کی۔

5فروری2016: مرکز پر حسب روایت ہر ماہ کے پہلے اتوار کو مضافاتی حلقہ جات کے بھائیوں کی ماہانہ میٹنگ منعقد ہوتی ہے۔ توحیدی بھائی شیخ سلسلہ قبلہ محمد یعقوب توحیدی مدظلہ سے ملاقات کے لیے تشریف لائے اور ریم کی محفل جمی۔ بھائیوں کو ایک دوسرے کے احوال سے آگاہی ہوئی۔

محترم عبدالرشید ساہی اور محمد عثمان چیمہ نے قبلہ محمد صدیق ڈارؒ کے ساتھ بیتے لمحات اور واقعات بیان کر کے قبلہ ڈار صاحب کی یادوں کو تازہ کیا۔

شیخ سلسلہ قبلہ بابا جان نے اپنی گفتگو میں سلسلہ کی تعلیم پر ذوق اور شوق سے عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ بندہ جب اللہ کو کثرت سے یاد کرتا ہے اور کثرت ذکر الٰہی کی بدولت اپنا تعلق اپنے رب سے مضبوط کر لیتا ہے تو اسکے لیے دنیاوی تکالیف و مصائب سے نبرد آزما ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ انسان کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے رب سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

12 فروری 2016: نماز مغرب کے بعد قبلہ بابا جان نے مرکز پر تشریف لانے والے بھائیوں کے ساتھ گفتگو میں انفاق فی سبیل اللہ اور سخاوت وایثار کی اہمیت بیان فرمائی ۔کہ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں انفاق فی سبیل اللہ کی بہت تاکید کی گئی ہے ۔بابا جان نے قبلہ انصاری صاحبؒ کی بات بھی دہرائی کہ مسلمان اسلام کے لیے جان دینے کے لیے فوراً تیار ہو جاتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں مال دینا مسلمان کے لیے بڑا مشکل اور کٹھن ہے ۔اوائل اسلام میں بھی مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا ۔آپؓ نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا۔

قبلہ بابا جان نے حلقہ فنڈ کی ادائیگی کے حوالے سے بھی فرمایا کہ باقاعدگی سے حلقہ فنڈ کی ادائیگی حلقہ کے ساتھ مضبوط تعلق کو ظاہر کرتی ہے ۔قبلہ انصاری صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حلقہ فنڈ صرف پیسے اکٹھے کرنے کے لیے نہیں لیتے بلکہ ہم تو قوم کو اللہ کی راہ میں دینے کی عادت ڈال رہے ہیں تا کہ اگر کبھی قوم کو پیسے کی ضرورت پڑے تو مسلمان دل کھول کر دے سکیں۔ بابا جان نے حلقہ لاہور اور راولپنڈی کی تعریف کی کہ انہوں نے تعمیر فنڈ بڑے احسن طریقے سے اکٹھا کیا ہے۔

سخاوت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے قبلہ بابا جان نے فرمایا کہ حاتم طائی کی بیٹی جب باندی بن کر حضور اکرم ﷺ کے دربار میں آئی تو اس کے باپ کی سخاوت کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کی بیٹی کی اس طرح عزت افزائی فرمائی کہ اس کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دی اگر چہ حاتم طائی مسلمان نہیں تھا۔ قبلہ بابا جان نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انسان کو دونوں طریقے سے آزماتے ہیں غربت سے بھی اور دولت دے کر بھی اور دولت کا ملنا انسان کے لیے زیادہ بڑا اور کڑا امتحان ہے کیونکہ اہل ایمان کے مال اور جان تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی خرید لیے ہیں تو اگر ہم اس کی مرضی کے خلاف استعمال کرتے ہیں تو امانت میں خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ یہ مومن کے پاس اللہ کی امانت ہیں۔ جان بھی اور مال بھی، اس کی اپنی نہیں ہے۔ اور امانت میں خیانت اور وعدہ خلافی منافق کی نشانیوں میں سے ہے۔ اس لیے اس آزمائش میں سے سرخرو ہونا مومن کے لیے بہت ضروری ہے۔

<u>16فروری 2016:</u> چوک اعظم سے پروفیسر محمد شبیر شاہد اور محمد اشرف تشریف لائے۔ نمازِ عصر کے وقت یہ دونوں برادران مرکز پہنچے اور رات مرکز پر ہی قیام کیا صبح ناشتے کے بعد تشریف لے گئے۔

رات بابا جان نے ان بھائیوں کے ساتھ بات چیت میں حلقہ چوک اعظم کی تعریف کی اور خاص طور پر چوک اعظم کے بزرگ بھائی لیاقت علی صاحب کی کاوشوں کو سراہا اور فرمایا کہ بھائیوں کے آپس میں پیار و محبت اور حلقے کی تعلیم کیساتھ حقیقی وابستگی سے حلقہ خوب ترقی کر رہا ہے۔ بابا جان نے نیکی کی دعوت اور حلقہ کی تعلیم کے فروغ کی اہمیت و افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ہم کسی انسان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں اور اللہ کے فضل سے وہ راہ راست پر آجاتا ہے یا ہم کسی مسلمان بھائی کو حلقہ کی تعلیم سے متعارف کراتے ہیں تو اس سے ثواب multiply ہوتا رہتا ہے کہ آپ کی وجہ سے جو بھائی عامل ہوا اس نے آگے کسی بھائی کو عامل بنا دیا اس سے نیکی کی ابتدا کرنے والے کو ہمیشہ ثواب ملتا رہتا ہے۔ بابا جان نے قبلہ انصاری

صاحبؒ کا فرمان بھی سنایا کہ اگر ہماری وساطت سے کسی ایک انسان کی بھی اصلاح ہوگئی تو سمجھ لو ہماری نجات کا پروانہ مل گیا۔

بھائیوں کی اصلاح اور حلقہ کی تعلیم متعارف کروانے کے حوالے سے بابا جان نے فرمایا کہ آپ پیار و محبت اور خلوص سے کسی کی طرف توجہ کریں وہ ضرور آپ کی طرف متوجہ ہوگا۔

حلقہ کی تعلیم کی یاددہانی کے حوالے سے بات چلی تو بابا جان نے فرمایا بیعت نامہ روز پڑھنا چاہیے۔ قبلہ انصاریؒ تو ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ بیعت نامہ روز پڑھو تا کہ یاد ہو جائے کہ آپ کس لیے بیعت ہوئے ہیں اور آپ کو کیا کرنا ہے۔ آپ بھائیوں کو بھی بیعت نامہ روز پڑھنا چاہیے اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو کسی لمحہ نہیں بھولنا چاہیے۔

دعائے مغفرت

شیخ سلسلہ بابا جان کی نواسی

گکھڑ سے بھائی امتیاز کی خالہ جان

راولپنڈی سے بھائی عتیق عباسی صاحب کے بھتیجے

چوک اعظم سے بھائی محمد مجاہد کے ماموں اور نانا جان

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں

(اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

تمام بھائی مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

سراغ حق

(پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی-چوک اعظم)

عشقِ حق اختیار کر، قرار کر نہ انتظار کر
آنکھیں کسی سے چار کر، آنسوؤں سے پیار کر

وحدت کی چادر اوڑھ کر، راہِ اللہ اختیار کر
سہارِ قلبِ مضطر، شہوات سے نہ فگار کر

کس سوچ میں ڈوبا ہے تو، قلب کو بیدار کر
سپرد ہوا اس یار کے، سوچیں سبھی مسمار کر

چار دِن کی زندگانی، خواب میں نہ خوار کر
چل خزاں کے مدار سے، اب زندگی بہار کر

درود و سلام سنوار کر، ذکر اس کا بسیار کر
وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ کو یاد رکھ، باقی سبھی نثار کر!

حیاتِ جاوِیداں، سنوار لے، بس ان سے ہے پیار کر
دوام ان کی یاد میں، اس قلب کو تیار کر!

ڈوب جا، ذکر و فکر میں، پیدا نئے افکار کر
اللہ اللہ کر کے تو، راہِ مستقیم استوار کر!

کر لے پکی دوستی، سارے حجاب اُتار کر
غصہ، کینہ، نفرتیں، نفس سے بے زار کر!

تجسّس، بدگمانی، بدعہدی سے فرار کر!
ٹیڑھی میڑھی سب راہیں، شیطان کی دشوار کر

غیبت، نفرت، گالی سے، نہ دل کسی کا آزار کر
صفات صبر و حلم سے، بلند اپنا کردار کر!

حرص و ہوا تیاگ دے، قلب کو انوار کر
مٹا کر اپنی ہستی کو، اللّٰہ کا دیدار کر!

عالمگیر محبت و صداقت کو معیار کر
تسلیم و رضا میں کمال اور خوب استغفار کر

نفی اثبات، پاس انفاس، تلاوت بار بار کر
صوم و صلوٰۃ و طاعت سے اعمال ثمر بار کر

دُنیا دَنی، نفس و شیطان کو، شاہدؔ للکار کر
رَختِ سفر باندھ لے، رُخِ طیبہ کا مہار کر

توحیدی غزل

(محمد مجاہد - چوک اعظم)

نہ لُٹا متاعِ حیات کو، کسی دیدہ ور کی تلاش کر
چھوڑ کر سب سرکشی، کسی آستاں تلاش کر

بس ڈوب جا، کسی بت کے حسن و جمال میں
کسی زُلف کا تو اَسیر ہو، کسی چارہ گر کی تلاش کر

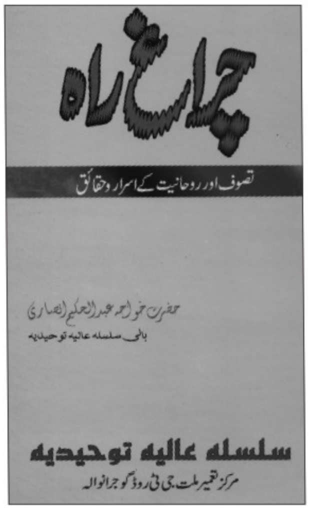
اے اَسیرِ جلوۂ رنگ و بو، کبھی کر تو اپنی جستجو
نہ بھٹک جہاں میں کُو بہ کُو، کسی تاجور کی تلاش کر

کسی پائے ناز پہ سر جُھکا، کسی چشمِ مست میں ڈوب جا
ہے یہی علاجِ غمِ ترا، تو کسی اہلِ نظر کی تلاش کر

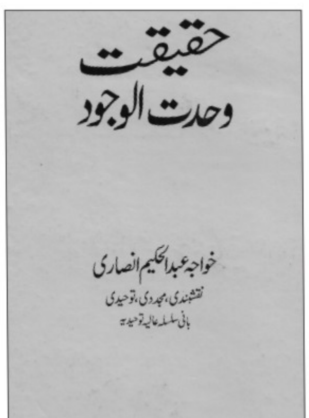
کسی نیم شب کے سکوت میں، ذرا ڈوب اپنی ہی ذات میں
تجھے خود سے کر دے جو آشنا، اُس رہبر کی تلاش کر

کوئی جوش جہاں سے اگر ملے، تو کہوں مجاہد کہ اُسے
شبِ زندگی تجھے ڈس نہ لے، کہیں اِک شرر کی تلاش کر

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

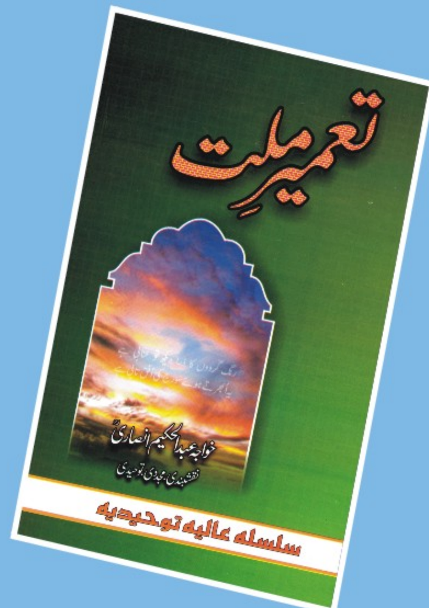


کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

مکتبہ توحیدیہ کی مطبوعات



قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اوران کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلیئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمّل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبّت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com